جلد ۳۴ | ۱۸ ماہ شہادت ۱۳۲۵ ہش | ۱۵ جمادی الاول ۱۳۶۵ ھ | ۱۸ اپریل ۱۹۴۶ء | نمبر ۹۲

مدینۃ المسیح

قادیان ۱۷ ماہ شہادت - سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالے بنصرہ العزیز کے متعلق آج دس بجے شب کی اطلاع مظہر ہے کہ خدا تعالے کے فضل سے حضور کی طبیعت اچھی ہے الحمد للہ

حضرت اُم المومنین مدظلہا العالی کو نزلہ اور درد کی شکایت بدستور ہے کوئی افاقہ نہیں ہوا - احباب دعا فرمائیں:

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی طبیعت خدا تعالے کے فضل سے نسبتاً بہتر ہے - احباب مکمل صحت کے لئے دعا فرمائیں:

خاندان حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالے عنہ میں خدا تعالے کے فضل سے خیریت ہے۔

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی جلسہ سالانہ ۱۹۴۵ء کی تقریر

نبوّت اور خلافت اپنے وقت پر ظہور پذیر ہو جاتی ھے

۲۷ دسمبر ۱۹۴۵ء بعد نماز ظہر و عصر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالے بنصرہ العزیز نے شدید علالت کے باوجود جو تقریر فرمائی - اس کا بقیہ حصہ درج ذیل کیا جاتا ہے

(مرتبہ مولوی عبد العزیز صاحب و قریشی عبد الکریم صاحب)

ہم دیکھتے ہیں کہ

کفر ہمیشہ سے ایک ہی راستے پر چل رہا ہے - اور اس سے پیار کرنے والے ہر نبی کے زمانہ میں وہی طریق اختیار کرتے ہیں - جو پہلے انبیاء کے زمانہ میں اختیار کیا گیا - اسی طرح

ہدایت کا بھی ایک بنا بنایا راستہ ہے - جو ابتدا سے آج تک بغیر تغیر و تبدل کے چلا آرہا ہے - اور ہر آنے والا اسی راستہ پر چلتا ہے - لیکن لوگ اس بنے ہوئے رستہ کیطرف توجہ نہیں کرتے اور خود تراشیدہ قوانین کی پیروی کرتے ہیں کوئی مسلم لیگ بناتا ہے کوئی زمیندارہ لیگ بناتا ہے - کوئی سیاسی انجمنیں بناتا ہے کوئی اقتصادی انجمنیں بناتا ہے - کوئی مذہبی مجالس قائم کرتا ہے - اور اسے

دین کی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے کافی سمجھتے ہیں - حالانکہ دنیوی ضرورتیں تو سمجھو کہ ان سے پوری ہو سکتی ہیں - دینی ضرورتیں کب ان طریقوں سے پوری ہو سکتی ہیں - یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ خدا تعالے کو تو اپنے دین کا فکر نہیں - صرف ان لوگوں کو فکر ہے - اگر مسلمان اللہ تعالے کی جماعت ہیں - تو اسے ان کا فکر ضرور ہو گا - اگر اسلام اللہ تعالے کا دین ہے تو ممکن نہیں - کہ وہ اس کی نگرانی سے غافل ہو - اگر قرآن کریم اللہ تعالے کی طرف سے آخری کتاب ہے - جو لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجی گئی - تو ممکن نہیں کہ اللہ تعالے نے اس کی حفاظت کا کوئی سامان نہ کیا ہو - رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دادا کے زمانے میں یمن کا علاقہ حبشہ کے ماتحت تھا - اور چونکہ حبشہ ایک عیسائی ملک تھا - اس لئے یمن کا گورنر بھی عیسائی ہوا کرتا تھا -

عبد المطلب کے زمانہ میں یمن کے والی کا نام ابرھہ تھا - یہ شخص کعبہ سے سخت دشمنی رکھتا تھا ... تھا - کہ کسی طرح عرب کے لوگوں کو کعبہ سے پھیر دے - چنانچہ اس نے کعبہ کے مقابلہ پر یمن میں ایک معبد تیار کیا اور لوگوں میں تحریک کی کہ وہ بجائے کعبہ کے اس عبادت گاہ کے حج کے لئے آیا کریں

ایڈیٹر - غلام نبی

بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلیشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے شائع کیا۔

عرب کی فطرت بھلا کب اس بات کو برداشت کر سکتی تھی۔ ایک عرب نے غصہ کے جوش میں آکر اس معبد میں پاخانہ پھر دیا۔ ابرہہ کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے غصہ میں آکر ارادہ کیا کہ مکہ پر فوج کشی کر کے

کعبہ کو مسمار کر دے

چنانچہ وہ ایک بڑے لشکر کے ساتھ یمن سے نکلا۔ اور مکہ کے قریب پہنچ کر شہر کے سامنے اپنی فوجیں ڈال دیں۔ جب قریش کو اس کا علم ہوا تو وہ سخت خوف زدہ ہوئے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ہم اس کے مقابلے کی تاب نہیں رکھتے۔ چنانچہ انہوں نے عبد المطلب کو ابرہہ کے پاس بطور وفد کے روانہ کیا۔ وہ ابرہہ کے پاس گئے۔ ابرہہ ان کی شوکت اور ان کی نجابت سے بہت خوش ہوا اور ان سے بڑی عزت کے ساتھ پیش آیا۔ اور اپنے ترجمان سے کہا۔ کہ ان سے پوچھو میں ان کو کیا انعام دوں۔ عبد المطلب نے کہا کہ آپ کی فوج نے میرے

دو سو اونٹ

پکڑ لئے ہیں وہ مجھے دلوا دیئے جائیں۔ اس نے اونٹ تو واپس دلوا دیئے۔ مگر منہ بنا کر کہا۔ میں تمہارے کعبہ کو مسمار کرنے کے لئے آیا ہوں۔ تم نے اس کی فکر نہ کی اور جھوٹے منہ بھی تم نے مجھے یہ نہ کہا کہ کعبہ کو نہ گرایا جائے اور تمہیں اپنے دو سو اونٹوں کی فکر لگ گئی۔ عبد المطلب نے جواب میں کہا۔ میں تو صرف اونٹوں کا رب اور مالک ہوں۔ مگر اس گھر کا بھی ایک مالک ہے۔ وہ خود اس کی حفاظت کرے گا۔ اگر مجھے اپنے اونٹوں کی فکر ہے تو کیا اُسے اپنے اس گھر کی فکر نہیں۔ اسی طرح میں کہتا ہوں اگر واقعہ میں اسلام اللہ تعالےٰ کا دین ہے اور اگر قرآن کریم اللہ تعالےٰ کی کتاب ہے تو اللہ تعالےٰ نے یقیناً اس کی حفاظت اور اس کی بہتری کے لئے کوئی نہ کوئی سبیل پیدا کی ہوگی۔ اور اُسے بندوں کے سہارے نہیں چھوڑا ہوگا۔ وہ

بہتری کی سبیل اور

حقیقی اسلام کا رستہ

آج احمدیت ہے لیکن اگر احمدیت بُری چیز ہے۔ تو اللہ تعالےٰ کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنی غیرت دکھائے۔ کیونکہ مخالفین کے نزدیک نعوذ باللہ احمدیت اس کے دین میں رخنہ اندازی کر رہی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم کی حفاظت کی ذمہ داری خود لی ہے۔ جیسے فرمایا انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحٰفظون مگر مولوی کہتے ہیں کہ قرآن کریم تو خدا نے بھیج دیا۔ مگر اس کی حفاظت

ہمارے ذمہ ہے اور مسلمانوں کے لیڈر اس غرض کے لئے لیگیں۔

انجمنیں اور ایسوسی ایشنیں

بناتے ہیں۔ ان کے نزدیک اللہ تعالےٰ میں یہ طاقت نہیں کہ وہ قرآن کریم کی حفاظت کر سکے۔ دنیا میں یہ قاعدہ ہے۔ کہ جو چیز دنیا میں موجود ہے وہ اپنے وجود

کا خود پتہ دیتی ہے اور جو چیزیں موجود ہیں ان میں سے جو چیز طاقتور ہوگی وہ دوسری چیزوں پر غالب آجائے گی۔ جب وہ غالب آنے لگتی ہے تو دنیا بھی اس کا مقابلہ نہیں کرتی۔ اور جو شخص کسی کام کا اہل یا کسی بوجھ کو اٹھانے والا ہوتا ہے۔ وہ خود بخود ہی میدان عمل میں آجاتا ہے۔ پہلے مسلمانوں کے لیڈر اور مسلمانوں کے نمائندہ سر میاں فضل حسین صاحب رہے اس وقت مسٹر جناح کے خیالات کانگرسی

تھے اور وہ کانگرس کی تائید میں تھے اور مسلم لیگ کا دائرہ اسوقت اتنا وسیع نہ تھا جتنا اب ہے۔ کچھ عرصہ کانگرس میں کام کرنے کے بعد

مسٹر جناح مسلم لیگ

میں آگئے۔ اور آہستہ آہستہ اپنی قابلیت منواتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ تمام مسلمان لیڈر

ان کے پیچھے لگ گئے اور وہ مسلم لیگ کے صدر بن گئے۔ یہی حال انگریزی قوم کا ہے۔ تمام قوم پچیس سال تک مسٹر چرچل کو دھتکارتی رہی۔ کہ یہ لڑاکا ہے فساد کرتا ہے۔ لیکن جب جنگ شروع ہوئی۔ تو کیا لیبر اور کیا یونینسٹ اور کیا کنزرویٹو سب نے

مسٹر چرچل

کو اس کام کے لئے منتخب کیا۔ تو جو شخص کسی کام کا اہل ہوتا ہے۔ وہ آپ ہی آپ دوسروں پر چھا جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ کے دین کے لئے بھی انسانوں کی حفاظت کی ضرورت نہ تھی۔ بلکہ جس کے سپرد یہ کام تھا وہ خود ہی آگے آجانا چاہیئے تھا۔ جب کسی چیز کے اُگنے کا موسم آجائے۔ اور وہ وقت پر اُگ آئے تو ہم سمجھیں گے۔ کہ اس کا بیج زمین میں موجود تھا۔ لیکن اگر باوجود موسم کے آجانے کے زمین سے کوئی چیز نہ اُگے۔ تو ہم کہیں گے کہ اس میں کسی چیز کا بیج موجود نہ تھا۔ اس لئے اس سے کوئی چیز نہیں اگی۔ اور اب اس میں بیج باہر سے ڈالا جائیگا۔ اسی طرح اگر

مسلمانوں کی خستہ حالی

کے وقت مسلمان خود ملکر اسکا علاج کر لیتے تو ہم سمجھ سکتے تھے۔ کہ اب خدا کی طرف سے کسی کے آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن اگر اپنی تمام کوششوں کے باوجود مسلمانوں پر خستہ حالی اور اسلام پر ادبار کے بادل چھائے رہیں۔ تو ماننا پڑیگا۔ کہ اب اس کا علاج کرنے والا کوئی شخص

اللہ تعالےٰ کی طرف سے

ہی آئے گا۔ کیونکہ مسلمان خود اس قابل نہیں رہے۔ کہ وہ اسلام کو دوبارہ باقی ادیان پر غالب کر دیں کیا مسٹر جناح دنیا کے سارے مسلمانوں کے نگران ہو سکتے ہیں۔ اور کیا مسٹر جناح اسلامی دنیا کے تمام نقائص اور خرابیوں کو دور کر سکتے ہیں۔ کیا مسٹر جناح یا کوئی مسلمان نمائندہ آج پھر ایمان کو اسی پہلی حالت میں قائم کر سکتا ہے

الازھار لذوات الخمار

از حضرت مریم صدیقہ صاحبہ جنرل سیکرٹری لجنہ اماء اللہ

لجنہ اماء اللہ مرکزیہ قادیان نے حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی تمام ایسی تقاریر جو عورتوں کے مختلف جلسوں میں ہوتی رہی تھیں یا آپ کے خطبات میں سے ایسے اقتباسات جو خصوصاً عورتوں کی تربیت کے لئے بیان فرمائے گئے تھے مرتب کر کے کتابی صورت میں الازھار لذوات الخمار کے نام سے شائع کیا ہے۔

یہ کتاب احمدی مستورات کے لئے مشعل راہ ہے۔ احمدی مستورات جو قادیان سے باہر ہیں۔ اور حضور کے اقوال سننے سے محروم اس کتاب کے ذریعہ گھر بیٹھے حضور کے نصائح سے مستفید اور حضور کے لطیف ارشادات سے لطف اندوز ہو سکتی ہیں۔

بہنوں کو چاہیئے کہ اس کتاب کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں خریدیں۔ خود پڑھیں اور دوسروں کو پڑھنے کی تحریک کریں۔ اپنے جلسوں میں سنائیں تا جو عورتیں پڑھ نہیں سکتیں۔ وہ بھی اسکے مضامین سے فائدہ اٹھائیں۔ کتاب کی قیمت اڑھائی روپے فی جلد ہے۔ اور دفتر لجنہ اماء اللہ قادیان سے مل سکتی ہے۔

خاکسار۔ مریم صدیقہ جنرل سیکرٹری لجنہ اماء اللہ قادیان

ایک نہائت اہم تقریب

مجلس مشاورت کے نمائندگان کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ مورخہ ۱۹ اپریل بروز جمعہ ۵ بجے شام ڈاکٹر سر شانتی سروپ بھٹناگر او بی۔ ای۔ ڈی۔ ایس سی۔ ایف۔ آر۔ ایس فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کا افتتاح فرمائینگے انشاء اللہ تعالےٰ باہر سے تشریف لانے والے نمائندگان مجلس مشاورت کو شمولیت کی دعوت دی جاتی ہے۔ متعلقہ احباب اپنے اپنے دعوتی کارڈ پرائیویٹ سیکرٹری کے دفتر سے لے سکتے ہیں۔ مقامی احباب جن کی شمولیت ضروری ہوگی۔ ان کی خدمت میں دعوتی کارڈ علیحدہ بھجوائے جائینگے۔ احباب اس ادارہ کی کامیابی کے لئے دعا فرمائیں۔

ڈائرکٹر فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ قادیان

جو حالت کہ قرونِ اولےٰ کی تھی ہر انسان جو سوچ اور عقل سے جواب دے گا وہ یہی جواب دیگا کہ

مسٹر جناح ہندوستان کے سیاسی لیڈر ہیں

دنیا بھر کے مذہبی لیڈر نہیں ہیں۔ یہ کام سوائے ایسے شخص کے نہیں ہو سکتا جو مؤید من اللہ ہو۔ اور جسے اللہ تعالےٰ خود مقرر کرے۔ اور وہ تمام مسلمانوں کا نگران ہو۔

مسلمانوں کے ہر مرض کا علاج کرنیوالا

اور مسلمانوں کی ہر تکلیف کا مداوا ہو۔ جو اسلام کو ادیانِ باطلہ پر غالب کرنے والا ہو۔ آج ایسے ہی شخص کی ضرورت ہے۔ پس جس طرح ہر چیز اپنے موسم میں پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح نبوت اور خلافت بھی اپنے وقت پر پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور یہ بات اللہ تعالےٰ کی سنت کے خلاف ہے کہ ایک چیز کی اشد ضرورت محسوس کی جائے اس کا موسم آجائے لوگ اس کے لئے بیتاب ہوں لیکن اپنی طرف سے وہ چیز عطا نہ کرے۔ بلکہ حقیقت یہی ہے کہ جس طرح دوسری چیزیں اپنے اپنے موسم میں پیدا ہوتی ہیں۔ اسی طرح

نبوت اور خلافت

بھی اپنے اپنے وقت پر اللہ تعالےٰ کی طرف سے عطا کر دی جاتی ہیں۔ تا ان کے ذریعہ اللہ تعالےٰ کے بندے اس کی قرب کی راہوں پر چلیں۔ اور ان تمام باتوں سے بچیں جو کہ اس سے دور لے جاتی ہیں۔ اور خلافت قوم میں چلتی چلی جاتی ہے۔ جب تک قوم درست رہتی ہے۔ لیکن جب قوم کے افراد میں غداری اور دغابازی کی رُوح پیدا ہو جاتی ہے۔ تو خلافت بھی مٹ جاتی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ ان سے یہ نعمت چھین لیتا ہے۔ خدا تعالےٰ قوم کی حالت کو دیکھ کر خلیفہ مقرر کرتا ہے۔ اگر قوم کے حالات درست ہوں تو خلافت دے دیتا ہے۔ اور اگر درست نہ ہوں۔ تو یہ انعام واپس لے لیتا ہے لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ یہ شرعی مسئلہ ہے اور یہ ایک لحاظ سے ہے بھی لیکن اسی حد تک کہ بندے اس کو خلیفہ مقرر کریں۔ مگر

خلافت کے دو حصے

ہوتے ہیں۔ ایک حصہ یہ ہے کہ خدا تعالےٰ اس کو خلیفہ بناتا ہے۔ اور ایک یہ ہے کہ بندے اس کا انتخاب کرتے ہیں۔ جہاں تک بندوں کے انتخاب کا سوال ہے وہ ہو جائیگا۔ لیکن جو حصہ خدا تعالےٰ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر بندے خلیفہ چننے کے لئے ان قوانین کی پابندی کرینگے۔ جو خدا تعالےٰ نے مقرر کئے ہیں۔ تو وہ خلافت کامیاب ہوگی۔ لیکن اگر نہیں کرینگے۔ تو اگرچہ وہ خلیفہ تو بنالیں گے۔ لیکن کامیاب نہیں ہونگے۔ یا پھر اس خلیفہ کی حیثیت عیسائیوں کے پوپ کی طرح ہو جائے گی۔ جس سے قوم کوئی حقیقی فائدہ نہیں اٹھا سکے گی۔ مگر باوجود اس کے

ہر نبوت کے بعد خلافت

ہوتی ہے۔ دنیا ان باتوں کو ہمیشہ بھول جاتی ہے۔ حالانکہ یہ بات ہمیشہ اور بار بار ہوتی ہے۔ یہی چیزیں ہماری جماعت میں ہوتی ہیں۔ اور آئندہ بھی ہونگی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے۔ اور اسی رنگ میں آئے۔ جس رنگ میں حضرت نوحؑ حضرت ابراہیمؑ حضرت داؤدؑ حضرت سلیمانؑ اور دوسرے انبیاء مبعوث ہوتے تھے۔ اور آپ کے بعد بھی اسی رنگ میں سلسلہ خلافت شروع ہوا جس طرح پہلے انبیاء کے بعد خلافت کا سلسلہ قائم ہوا۔ اگر ہم عقل کے ساتھ دیکھیں۔ اور اس کی حقیقت کو پہچاننے کی کوشش کریں تو ہمیں معلوم ہوگا۔ کہ یہ

ایک عظیم الشان سلسلہ

ہے۔ بلکہ میں کہتا ہوں اگر دس ہزار نسلیں بھی اس کے قیام کے لئے قربان کر دی جائیں تو کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ میں دوسروں کے متعلق تو نہیں جانتا۔ مگر کم از کم اپنے متعلق جانتا ہوں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی تاریخ پڑھنے کے بعد جب میں حضرت عثمان رضؓ پر پڑی ہوئی مصیبتوں پر نظر کرتا ہوں۔ اور دوسری طرف اس نور اور روحانیت کو دیکھتا ہوں۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آکر ان میں پیدا کی تھی۔ تو میں کہتا ہوں۔ اگر دنیا میں میری دس ہزار نسلیں پیدا ہونے والی ہوتیں اور وہ ساری کی ساری ایک ساعت میں جمع کرکے قربان کر دی جاتیں۔ تا وہ فتنہ ٹل سکتا۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ

جوں دے کے ہاتھی خریدنے کے سودے

سے بھی زیادہ سستا سودا ہوتا۔ درحقیقت ہمیں کسی چیز کی قیمت کا پتہ پیچھے لگتا ہے۔ اب میں یہ دیکھ کر حیران ہوتا ہوں کہ دین کی کوئی قیمت ہی نہیں رہی۔ دین کی قیمت تو الگ رہی۔ ہم دنیاوی حیثیت دیکھتے ہیں۔ تو وہ بھی نہیں رہی۔ کجا وہ وقت تھا۔ کہ ایک مسلمان خواہ کسی جگہ چلا جاتا۔ چاہے وہ چوڑھا ہوتا بڑے سے بڑا بادشاہ بھی اس کی طرف انگلی نہ اٹھا سکتا۔ چین کا بادشاہ جسکی بادشاہت اس زمانہ کے لحاظ سے بہت بڑی بادشاہت تھی۔ اس کو بھی حوصلہ نہیں تھا۔ کہ ایک چوڑھے مسلمان کی طرف انگلی اٹھا سکے۔ اس لئے کہ سارا عالمِ اسلامی اس کی پشت پر تھا۔

آخری زمانہ میں مسلمانوں کی حالت

یہ تھی۔ کہ خلافت بغداد بالکل تباہ ہو کر ریاستوں کی شکل اختیار کر چکی تھی لیکن نام باقی تھا۔ کہتے ہیں۔ کہ ہاتھی مرا ہوا بھی بھاری ہوتا ہے۔ خلافت تو تھی گو چند گاؤں بھی ان کے قبضہ میں نہ رہے تھے۔ صرف بغداد تھا۔ باقی سب جگہ دوسری بادشاہتیں قائم ہو گئی تھیں۔ وہ بادشاہ مطلق العنان ہونے کے باوجود بھی خلافت کا احترام کرتے ہوئے یہ کہتے تھے۔ کہ ہم تو نائب بادشاہ ہیں۔ اصل بادشاہ خلیفہ ہے۔ یوں وہ اپنا قانون چلاتے تھے۔ اپنی فوجیں رکھتے تھے۔ خود ہی لڑائیاں لڑتے تھے۔ خود ہی فیصلے کرتے تھے۔ خود ہی معاملات طے کرتے تھے۔ اور خلیفہ کو کو پوچھتے تک بھی نہ تھے۔ مگر اس نام کی بھی برکت تھی۔ اس زمانہ میں مسلمانوں کے ایک علاقہ میں سے جبکہ مسلمان کمزور ہو چکے تھے یورپین فوجیں گزریں اور انہوں نے کسی مسلمان عورت کو چھیڑا اس بیچاری کو کچھ پتہ نہ تھا کہ خلافت ٹوٹ چکی ہے۔ اور تقسیم ہو کر مختلف حصوں میں بٹ چکی ہے۔ وہ یہی سنتی آرہی تھی کہ ابھی تک یہاں خلیفہ کی حکومت ہے) اس نے اسی خیال کے ماتحت خلیفہ کو پکار کر باوازِ بلند

یاللخلیفۃ

کہا یعنی اے خلیفہ میں مدد کے لئے تمہیں آواز دیتی ہوں۔ اس وقت وہاں سے ایک قافلہ گزر رہا تھا۔ اس نے یہ باتیں سنیں۔ وہ قافلہ بغداد کیطرف جارہا تھا۔ پرانے زمانہ میں رواج تھا۔ کہ جب قافلہ شہر میں آتا۔ تو قافلہ کی آمد کی خبر سنکر لوگ شہر کے باہر قافلہ کے استقبال کے لئے جاتے۔ تاجر لوگ بھی اس وقت وہاں پہنچ جاتے اور آجکل کی بلیک مارکیٹ کیطرح وہیں مال خریدنے کی کوشش کرتے۔ کیونکہ جو مال باہر سے آتا تھا۔ وہ سفر کی مشکلات کی وجہ سے بہت کم آتا تھا۔ اس لئے ہر ایک تاجر یہی کوشش کرتا کہ وہیں جاکر سودا کرے۔ اور دوسروں سے پہلے حاصل کرے۔ جب وہ قافلہ آیا۔ اور شہری اس کے استقبال کے لئے شہر سے باہر گئے اور اسے ملے تو اہلِ شہر نے ان سے سفر کے حالات پوچھنے شروع کئے۔ اور کہا کہ کوئی نئی بات سناؤ۔ انہوں نے کہا سفر ہر طرح آرام سے کٹ گیا۔ مگر ہم نے راستہ میں ایک عجیب تمسخر سنا۔ ایک عورت خلیفہ کو آوازیں دے رہی تھی۔ اور مدد کے لئے بلا رہی تھی۔ اس بیچاری کو کیا پتہ کہ اس جگہ اب اسکی حکومت ہی نہیں۔ اور اب وہ ایک خلیفہ خواہ بادشاہ ہے۔ یہ باتیں سننے والوں میں سے ایک درباری بھی تھا۔ وہ دربار میں آیا۔ اور بادشاہ سے اس کا ذکر کیا۔ اسنے کہا آج

ایک عجیب بات

ہوئی ہے۔ ایک قافلہ فلاں جگہ سے آیا۔ اور اسنے سنایا کہ ایک عورت خلیفہ کو پکارتی تھی۔ اگرچہ بادشاہت تو اس وقت تباہ ہو چکی تھی۔ اور خلافت مٹ چکی تھی۔ مگر معلوم ہوتا ہے

ابھی اسلامی ایمان کی کوئی چنگاری باقی تھی خلیفہ میں کوئی طاقت نہ تھی وہ جانتا تھا کہ میں اکیلا ہوں لیکن جب اس نے یہ بات سنی تو تخت سے اتر آیا۔ اور ننگے پاؤں چلا اور کہا کہ گو اب خلیفہ کا وہ اقتدار نہیں رہا مگر بہرحال اس نے خلافت کو آواز دی ہے۔ اب میرا فرض ہے کہ میں اس کے پاس جاؤں اور اس کی مدد کروں۔ یہ بات ایسی ہے کہ آج یہاں بیٹھے ہوئے ہمارا خون کھول جاتا ہے اس زمانہ میں کیوں نہ کھولا ہوگا۔ جونہی یہ بات دوسرے بادشاہوں نے سنی انہوں نے خلیفہ کو یہ اطلاع بھیجی کہ ہم مدد دیں گے۔ آپ اس عورت کو آزاد کرائیں اور ان سے اس کا بدلہ لیں۔ چنانچہ وہ گئے اور انہوں نے اس عورت کو آزاد کرایا اور عیسائیوں سے اس کا بدلہ لیا۔

لیکن آج

بڑی بڑی مسلمان شخصیتوں کا سوال ہی نہیں رہا اب تو بڑی بڑی مسلمان حکومتیں بھی ریاستوں سے بالا نہیں۔ سب سے بڑی حکومت مسلمانوں کی اس وقت

ٹرکی کی حکومت

ہے مگر اس کی حالت یہ ہے کہ جب روس کوئی بات کرتا ہے تو وہ کھسیانہ ہو کر کبھی انگریزوں اور کبھی امریکہ کی طرف دیکھتا ہے اور دیکھ کر سوچتا ہے کہ آیا سبکی دوں یا سسکی بھروں۔ اگر دیکھے کہ وہ ہماری طرف مہربانی کی نگاہ سے نہیں دیکھتے تو سسکیاں مار کر رونے لگ جاتا ہے اور اگر سمجھتا ہے کہ مدد کریں گے تو پھر ان کو بھبھکیاں دیتا ہے ہر ایک کے اندر جذبات ہوتے ہیں لیکن یہ حالت دیکھ کر بھی کسی مسلمان کی غیرت جوش میں نہیں آتی۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ اگر میں احمدی نہ ہوتا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر میں پرورش نہ پاتا تو میرے کیا اخلاق ہوتے۔ لیکن اگر میرے یہی جذبات ہوتے جو اس وقت ہیں اور

احمدیت والا ایمان

میرے اندر نہ ہوتا تو اگر کوئی سو فیصدی سے بھی زیادہ یقین دلانے کا کوئی ذریعہ ہوسکتا ہے۔ تو میں یقین رکھتا ہوں کہ یا میں پاگل ہو جاتا اور یا پھر اپنے ہاتھ سے اپنے بیوی بچوں کو مار کر اپنے آپ کو مار ڈالتا۔ کیونکہ میرے نزدیک اس قسم کی زندگی کو ایک لمحہ کے لئے بھی برداشت کرنا کسی خبیث اور بے ایمان آدمی کے سوا کسی کا کام نہیں ہوسکتا۔ یہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات

ہے جس نے ہمارے دل میں ایک نئی امنگ پیدا کر دی ہے۔ آج وہ کرن دور ہے اور شعاعیں فاصلہ پر نظر آتی ہیں مگر بہرحال کھڑکی کھلی نظر آتی ہے اور پتہ لگتا ہے کہ ہم کسی نہ کسی دن اس مقام پر پہنچ جائیں گے جس طرح اسلام کے دشمنوں نے اسلام کو گھٹنوں کے بل گرانے کی کوشش کی اور ناک رگڑوانا چاہا ہم انشاء اللہ ان کو گھٹنوں کے بل گرائیں گے (اور) ناک رگڑوائیں گے مگر

ناک رگڑوانے سے مراد

یہ نہیں کہ ہم ظاہری رنگ میں ایسا کریں گے بلکہ معنوی رنگ میں ہم ان سے ایسا سلوک کریں گے جو گھٹنے ٹیکنے اور ناک رگڑنے کا مترادف ہوگا۔ دیکھو جب مکہ فتح ہوا تو اس وقت ظاہری طور پر کسی نے ناک نہیں رگڑوائے بلکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے سب کو یہی کہا کہ تم ہمارے بھائی ہو ہم تمہیں معاف کرتے ہیں مگر معنوی طور پر ان کے ناک رگڑے گئے۔ جس شخص کے قتل کے کوئی درپے ہو اور اس کے ساتھ اتنی دشمنی کی گئی ہو کہ اس حالت میں کہ اس کی لڑکی حاملہ ہونے کی صورت میں اکیلی سفر کر رہی ہو اس کے اونٹ کے شغدف کا بند کاٹ کر اسے گرا دیا ہو اور اس طرح اس کا حمل ضائع کروا دیا ہو جب وہ اس کے سامنے آئیں اور ان سے پوچھا جائے کہ بتاؤ تم سے کیا سلوک کیا جائے اور وہ کہیں ہم تم سے یوسفؑ والے سلوک کی امید رکھتے ہیں۔ اور وہ کہہ دے تم سے یوسفؑ والا سلوک ہی کیا جائے گا اور تمہیں معاف کیا جائے گا۔ تو بتاؤ ان مخالفین کی کیا حالت ہوگی۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ ایسے واقعہ سے دل پر ایسی چوٹ لگتی ہے کہ اس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ بظاہر ان کی بے عزتی نہیں کی گئی اور بظاہر ان کو کوئی تکلیف نہیں پہنچائی گئی۔ بظاہر ان سے ناک نہیں رگڑوائے گئے مگر معنوی طور پر ان کے ناک رگڑے گئے اور ان کے سر جھکائے گئے اور وہ

زندہ ہوتے ہوئے بھی مردہ ہو گئے۔

میں نے کئی دفعہ ایک واقعہ سنایا ہے

بچپن کی بات

ہے کہ ایک دفعہ میں نے چند دوستوں کے ساتھ مل کر ایک کشتی خریدی۔ اس وقت وہ کشتی ہمیں ۲۷ روپے میں مل گئی جو کہ اس وقت کے لحاظ سے کافی سستی تھی۔ اب تو کشتی دو سو روپے میں ملتی ہے۔ ہم قادیان کی ڈھاب میں اس کشتی پر سیر کیا کرتے تھے۔ جیسے بچوں کا قاعدہ ہے دس پندرہ دن تک تو ہم باقاعدہ سیر کرتے رہے پھر ہفتہ میں تین دن سیر کرتے پھر ہفتہ میں دو دن اور یہانتک نوبت پہونچی کہ ہم پندرھویں دن سیر کے لئے جاتے جب ہم وہاں نہ ہوتے تو باہر کے لڑکے آکر اس کشتی کو چلاتے۔ جب ہم کشتی کو آکر دیکھتے تو پہلے سے کچھ نہ کچھ خستہ حالت میں ہوتی میں اس حالت سے بہت تنگ آیا اور میں نے اپنے دوستوں سے کہا کہ کسی طرح تم انہیں پکڑوا دو۔ ایک دن عصر کے وقت ایک لڑکا دوڑا ہوا آیا اور کہا کہ چلو میں ان لڑکوں کو پکڑوا دوں اس کشتی میں زیادہ سے زیادہ دس بارہ آدمی بیٹھ سکتے تھے۔ لیکن جب میں وہاں گیا تو میں نے دیکھا کہ اٹھارہ انیس لڑکے بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے اتنے آدمی کشتی میں بیٹھے ہوئے دیکھ کر غصہ سے کہا جلدی ادھر کشتی لاؤ۔ وہ گاؤں کے لڑکے تھے اور گاؤں والوں میں اتنی طاقت نہیں ہوتی کہ وہ بڑے زمینداروں کا مقابلہ کر سکیں۔ اس ڈر سے کہ کہیں پٹ نہ جائیں ان میں سے کچھ نے چھلانگیں لگا دیں اور تیر کر دوسرے کنارے نکل گئے اور کچھ اتنے مغلوب ہوئے کہ وہیں بیٹھے رہے اور کشتی کو کنارے کی طرف لے آئے۔ میں غصہ سے سوٹی پکڑے ہوئے کھڑا تھا اور اس خیال میں تھا کہ جب یہ باہر آئیں گے تو میں انہیں خوب ماروں گا۔ وہ جب قریب آئے اور میری یہ حالت دیکھی تو ان میں سے سوائے ایک کے باقی سب نے پانی میں چھلانگیں لگا دیں اور مختلف جہات کو دوڑ گئے۔ صرف ایک لڑکا کشتی میں رہ گیا جسے میں نے پکڑ لیا۔ میں سمجھتا تھا کہ اصل شرارتی یہی ہے اس نے مدرسہ احمدیہ کے باورچی خانے کے پاس جہاں خانصاحب فرزند علی صاحب کا مکان ہے اور آجکل وہاں دفتر بیت المال ہے کشتی لاکر کھڑی کی۔ جب وہ کشتی سے اترا تو میں نے کہا ادھر آؤ۔ قریب آنے پر میرے دل میں معلوم نہیں کیا خیال آیا کہ میں نے سوٹی رکھ دی اور اسے مارنے کے لئے ہاتھ اٹھایا۔ جس وقت میں نے ہاتھ اٹھایا تو اس نے بھی ہاتھ اٹھایا۔ میں نے اس کو مارنے کے لئے ہاتھ اٹھایا تھا لیکن اس نے اپنے آپ کو بچانے کے لئے ہاتھ اٹھایا تھا اس کی اس حرکت کی تاب نہ لاتے ہوئے اور زیادہ غصہ میں آکر میں نے اپنا ہاتھ اور پیچھے کی طرف کھینچا تاکہ اسے زور سے چانٹا رسید کروں۔ لیکن جونہی میں نے ہاتھ پیچھے کیا اس نے ہاتھ نیچے گرا دیا۔ اس وقت میری عمر ۱۷ سال کے قریب تھی آج میں ۵۷ سال کا ہوگیا ہوں گویا اس واقعہ کو

چالیس سال گذر چکے

ہیں۔ لیکن جب بھی واقعہ مجھے یاد آتا ہے تو میرے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور پسینہ چھوٹ جاتا ہے۔ جب اس نے ہاتھ گرایا تو میں اس وقت اتنا شرمندہ ہوا کہ میں سمجھتا تھا کہ کسی طرح زمین پھٹ جائے تو میں اس میں سما جاؤں۔ یہ میرے سامنے کھڑا ہے اور اس نے ہاتھ نیچے گرا لیا ہے گویا دوسرے الفاظ میں کہہ رہا ہے کہ مجھے مار لو۔ اس کی یہ نرمی میرے لئے اتنی تکلیف دہ تھی کہ میں اس وقت اپنے آپ کو دنیا کا ذلیل ترین انسان خیال کرتا تھا۔ میں کہتا تھا کہ زمین پھٹ جائے اور مجھے یہ ذلت کی حالت نہ دیکھنی پڑے۔ اب دیکھو یہ

کتنی چھوٹی سی چیز

تھی کشتی صرف ۲۷ روپے کی تھی اور وہ بھی چند آدمیوں کے چندہ سے خریدی ہوئی اور وہ بھی پرانی۔ پھر وہ سیکنڈ ہینڈ کشتی تھی تھرڈ ہینڈ بنی پھر فورتھ ہینڈ بنی اور پھر ففتھ ہینڈ بنی لیکن اس پر بھی

میں جوش میں آکر اسے مارنے لگا مگر اُس نے اپنا ہاتھ نیچے کر لیا۔ اس کا نیچے ہاتھ گرانا کسی جذبہ شرافت کے ماتحت نہیں تھا صرف اس لئے تھا کہ وہ جانتا تھا کہ بڑے آدمی کے بیٹے ہیں اگر مارا تو ان کے ساتھی مجھے ماریں گے۔ پھر یہ بھی نہیں تھا کہ مظلوم ہونے کے باوجود اس نے مجھ پر رحم کیا ہو۔ بلکہ ظالم وہ تھا اور کمزور وہ تھا۔ مگر باوجود اس کے کہ وہ ظالم تھا اور کمزور تھا اس کا یہ فعل میرے لئے اتنا تکلیف دہ ہوا کہ آج تک اس واقعہ کو یاد کر کے میں شرمندہ ہو جاتا ہوں پس کیا حال ہوا ہوگا ان بڑے بڑے آدمیوں کا جو میدانوں میں نکل نکل کر کہتے تھے ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کی اولاد کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے جو کہا کرتے تھے کہ یہ نوجوان تیرے چند روزہ ساتھی ہیں یہ تیرا ساتھ چھوڑ دیں گے جنہیں وہ بھاگ جانے والے کہتے تھے اور جن کے سامنے وہ میدان میں گھوڑے دوڑاتے ہوئے کہتے تھے کہ آؤ مقابل پر اور جنہیں وہ کمینہ آدمی سمجھتے تھے جب وہ ان کے سامنے تلوار نہ اٹھا سکے اور مغلوب ہوئے تو ان کی کیا ... ہو گی وہ اس وقت کتنے ذلیل اور شرمندہ ہوتے ہوں گے اور کس طرح ان کے ناک رگڑے گئے ہوں گے۔ جب ان سے ہار کر انہوں نے خود استدعا کی کہ ہم سے یوسف کے بھائیوں کا سا سلوک کیا جائے اور پھر اس وقت کیا حالت ہوئی ہو گی جب واقعہ میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جواب میں یہ فرمایا کہ ہاں ہاں تم سے یوسف کے بھائیوں کا سا سلوک کیا جائے گا۔ جاؤ اپنے گھروں میں آرام سے بیٹھو ہم تم سے کچھ نہ کہیں گے۔ یہی حالت اگر اللہ تعالےٰ نے چاہا تو ایک دن اسلام کے دشمنوں پر آنے والی ہے۔

ترسیل زر اور انتظامی امور کے متعلق "مینیجر الفضل" کو مخاطب کیا جائے۔ (ایڈیٹر)

ہندوستان کی سیاسی الجھن

رات کی بے خوابی میں بستر پر کا تخیل

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے)

چند دن ہوئے ایک رات مجھے درد نقرس کی زیادہ تکلیف محسوس ہو رہی تھی۔ جس کے ساتھ کافی بے چینی بھی تھی۔ اور میں ایک منٹ کے لئے بھی سو نہیں سکا۔ پہلے تو میں بستر میں پڑے پڑے آنکھیں بند کر کے سونے کی کوشش کرتا رہا۔ لیکن جب اس کوشش میں ناکام رہا۔ تو میں نے پاس کی میز پر سے ایک اٹلس اٹھائی۔ اور ہندوستان کا نقشہ سامنے رکھ کر ہندوستان کی موجودہ سیاسی الجھن کے متعلق غور کرنے لگا۔ اس سوچ نے شروع میں تو میری جسمانی بے چینی کے ساتھ ساتھ دماغی بے چینی کا بھی اضافہ کر دیا۔ مگر بالآخر میں اس نئے مشغلہ میں ایسا کھویا گیا کہ نقرس کی تکلیف عملاً بھول گئی۔ اور میں ایک ناخواندہ سیاستدان کے طور پر (ناخواندہ اس لئے کہ سیاسیات کا مضمون کبھی بھی میری خاص سٹڈی نہیں ہوا۔ بلکہ میں نے اسے اکثر مذہبی توجہ میں انتشار کا موجب پایا ہے۔ سوائے اس کے کہ سیاسیات کا کوئی حصہ براہ راست مذہب پر اثر انداز ہوتا ہو۔) ہندوستان کی موجودہ سیاسی الجھن کے متعلق مختلف قسم کے حل سوچنے لگا۔ میں اپنے اس رات کے افکار کو ذیل کے چند مختصر فقروں میں سپرد قلم کرتا ہوں۔ مگر یاد رہے کہ یہ تخیلات میرے ذاتی ہیں انہیں لازماً ہر تفصیل میں جماعت کی طرف منسوب نہ کیا جائے۔

(۱) سب سے پہلے میں نے خیال کیا۔ کہ ہماری جماعت ایک مذہبی اور تبلیغی جماعت ہے اور گو خدا کے فضل سے اس کے ہاتھ پر ہر قسم کی فتوحات مقدر ہیں۔ مگر کم از کم شروع میں ہماری فتوحات کا رستہ سو فیصدی تبلیغ کے میدان سے ہو کر گزرتا ہے پس ہمارا سب سے پہلا اور مقدم فرض یہ ہے کہ مستقبل کے ہندوستان میں مذہبی آزادی کے دروازہ کو زیادہ سے زیادہ کھلا رکھوانے کی کوشش کریں۔ اور اس کے لئے تین باتیں ضروری ہیں:۔

(الف) ضمیر کی آزادی یعنی انسان جو مذہب بھی اپنے لئے پسند کرے۔ اسے اس کا کھلم کھلا اعتراف کرنے کی آزادی حاصل ہو۔ (ب) مافی الضمیر کے اظہار کی آزادی یعنی ہر انسان کو اپنے مذہبی خیالات کو دوسروں تک پہنچانے اور تقریر و تحریر کے ذریعہ اپنے مذہب کی تبلیغ کرنے کا حق حاصل ہو۔ اور (ج) مافی الضمیر کے بدلنے کی آزادی یعنی اگر کوئی انسان اپنے ذاتی مطالعہ یا کسی دوسرے شخص کی تبلیغ کے نتیجہ میں اپنا مذہب تبدیل کرنا چاہے۔ تو اسے اس کا اختیار ہو۔ اور اس اختیار میں اس کے اپنے نابالغ بچے یا ایسے نابالغ عزیز جنکے اخراجات کا وہ متحمل ہے شامل سمجھے جائیں۔ یہ تینوں چیزیں انسانی ضمیر کی آزادی کا لازمی حصہ ہیں۔ اور ہندوستان کے آئندہ دستور اساسی میں صراحت اور تفصیل کے ساتھ شامل ہونی چاہیئے ورنہ خواہ ہندوستان کو پاکستان اور ہندوستان کی صورت میں آزادی ملے یا صرف اکھنڈ ہندوستان کی صورت میں اور خواہ برطانوی ہندوستان کا سوال ہو یا کہ ریاستی ہندوستان کا۔ جب تک کہ غلامی کی اس بدترین صورت کو جو ضمیر کشی سے تعلق رکھتی ہے کچلا نہ جائیگا۔ ہندوستان کو کبھی بھی حقیقی آزادی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس وقت بظاہر یہ ایک مذہبی سوال سمجھا جاتا ہے مگر حق یہ ہے کہ اپنے بنیادی اصول کے لحاظ سے یہ سوال صرف مذہبی نہیں ہے۔ بلکہ حرّیت انسانی کا پہلا مطالبہ ہے۔ جو اپنے آئندہ شاخسانوں کے لحاظ سے ہر قسم کے ذہنی نشوونما کے لئے ایک جیسا ضروری ہے۔ خواہ وہ مذہبی ہو یا علمی یا تمدنی۔ یہ خیال کرنا کہ مذہبی آزادی کے اصول کو اجمالی طور پر تسلیم کر لینے میں ساری بات خود بخود آجاتی ہے ہرگز درست نہیں۔ ایسے امور میں اجمال کو دخل دینا فتنہ کا بیج بونا ہے پس آئندہ دستور اساسی میں خواہ وہ سارے ہندوستان سے تعلق رکھنے والا ہو۔ یا اس کے ایسے حصوں کے ساتھ جن میں وہ آئندہ تقسیم کیا جائے اوپر کی تینوں چیزیں (یعنی مذہب کی آزادی اور تبلیغ مذہب کی آزادی اور تبدیلیٔ مذہب کی آزادی) صراحت اور تعیین کے ساتھ شامل ہونی چاہیئے۔ انگریزوں نے خواہ بقول شخصے دوسرے میدانوں میں ہندوستانیوں کا کتنا ہی گلا گھونٹا ہو مگر اس میں شبہ نہیں کہ مذہبی آزادی کے معاملہ میں انہوں نے قابل تعریف فراخدلی سے کام لیا ہے اور ایک مذہبی جماعت کے لئے یہ سب سے بڑی چیز ہے اس کے علاوہ اس جہت سے بھی ہندوستان کے لئے تبلیغ و تبدیلیٔ مذہب کا سوال اہم ہے کہ اس کے ذریعہ سے آئندہ چل کر ملک کے اتحاد بلکہ ملک کے اندر بسنے والی قوموں کے ایک ہو جانے کا رستہ کھلتا ہے جو دوسری صورت میں بالکل ناممکن ہو جائیگا۔

(۲) اسکے بعد میرا خیال مسلمانوں کے مطالبہ پاکستان کی طرف گیا جو آجکل ہندوستانی سیاست کا مرکزی نقطہ بنا ہوا ہے۔ میں نے خیال کیا کہ دراصل پاکستان کے تصور کی ذمہ داری بڑی حد تک ہندو بھائیوں پر عائد ہوتی ہے ہندوؤں نے کبھی بھی ٹھنڈے دل سے اس بات کو نہیں سوچا کہ خواہ ہندو و مسلمان ایک ملک میں دوش بدوش رہتے ہیں اور اس لحاظ سے لازماً ان کا کئی باتوں میں اتحاد ہونا چاہیئے مگر مسلمانوں کا مذہب اور تمدن اور قومی ضروریات ہندوؤں سے اس قدر جدا ہیں کہ جب تک ان کے لئے ملک کے اندر ایک خاص حفاظتی ماحول جو ان کی قومی زندگی اور قومی ترقی کے لئے ضروری ہو پیدا نہ کیا جائے ان کا ملک میں آزاد اور خوش اور تسلی یافتہ شہریوں کے طور پر زندگی گزارنا ناممکن ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ گو شروع میں مسلمان پاکستان کی نسبت بہت تھوڑے مطالبہ پر راضی تھے وہ آہستہ آہستہ برادران وطن کے عملی رویہ کی وجہ سے اپنے مطالبہ میں سخت اور پھر سخت سے سخت تر ہوتے گئے اور اسکے ساتھ انکا مطالبہ بھی دن بدن وسیع ہوتا گیا۔ اور ہمارے

میں جوش میں آکر اسے مارنے لگا مگر اُس نے اپنا ہاتھ نیچے کر لیا۔ اس کا نیچے ہاتھ گرانا کسی جذبہ شرافت کے ماتحت نہیں تھا صرف اس لئے تھا کہ وہ جانتا تھا کہ بڑے آدمی کے بیٹے ہیں اگر مارا تو ان کے ساتھی مجھے ماریں گے۔ پھر یہ بھی نہیں تھا کہ مظلوم ہونے کے باوجود اس نے مجھ پر رحم کیا ہو۔ بلکہ ظالم وہ تھا اور کمزور وہ تھا۔ مگر باوجود اس کے کہ وہ ظالم تھا اور کمزور تھا اس کا یہ فعل میرے لئے اتنا تکلیف دہ ہوا کہ آج تک اس واقعہ کو یاد کر کے میں شرمندہ ہو جاتا ہوں پس کیا حال ہوا ہوگا ان بڑے بڑے آدمیوں کا جو میدانوں میں نکل نکل کر کہتے تھے ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کی اولاد کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے جو کہا کرتے تھے کہ یہ نوجوان تیرے چند روزہ ساتھی ہیں یہ تیرا ساتھ چھوڑ دیں گے جنہیں وہ بھاگ جانے والے کہتے تھے اور جن کے سامنے وہ میدان میں گھوڑے دوڑاتے ہوئے کہتے تھے کہ آؤ مقابل پر اور جنہیں وہ کمینہ آدمی سمجھتے تھے جب وہ ان کے سامنے تلوار نہ اٹھا سکے اور مغلوب ہوئے تو ان کی کیا کیفیت ہوگی وہ اس وقت کتنے ذلیل اور شرمندہ ہوتے ہوں گے اور کس طرح ان کے ناک رگڑے گئے ہوں گے۔ جب ان سے ہار کر انہوں نے خود استدعا کی کہ ہم سے یوسف کے بھائیوں کا سا سلوک کیا جائے اور پھر اس وقت کیا حالت ہوتی ہوگی جب واقعہ میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جواب میں یہ فرمایا کہ ہاں ہاں تم سے یوسف کے بھائیوں کا سا سلوک کیا جائے گا۔ جاؤ اپنے گھروں میں آرام سے بیٹھو ہم تم سے کچھ نہ کہیں گے۔ یہی حالت اگر اللہ تعالےٰ نے چاہا تو ایک دن اسلام کے دشمنوں پر آنے والی ہے۔

ترسیل زر اور انتظامی امور کے متعلق "منیجر الفضل" کو مخاطب کیا جائے۔ (ایڈیٹر)

ہندوستان کی سیاسی الجھن

رات کی بے خوابی میں بستر پر کا تخیل

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے)

چند دن ہوئے ایک رات مجھے درد نقرس کی زیادہ تکلیف محسوس ہو رہی تھی۔ جس کے ساتھ کافی بے چینی بھی تھی۔ اور میں ایک منٹ کے لئے بھی سو نہیں سکا۔ پہلے تو میں بستر پر پڑے پڑے آنکھیں بند کر کے سونے کی کوشش کرتا رہا۔ لیکن جب اس کوشش میں ناکام رہا۔ تو میں نے پاس کی میز پر سے ایک اٹلس اٹھائی۔ اور ہندوستان کا نقشہ سامنے رکھ کر ہندوستان کی موجودہ سیاسی الجھن کے متعلق غور کرنے لگا۔ اس سوچ نے شروع میں تو میری جسمانی بے چینی کے ساتھ ساتھ دماغی بے چینی کا بھی اضافہ کر دیا۔ مگر بالآخر میں اس نئے مشغلہ میں ایسا کھویا گیا کہ نقرس کی تکلیف عملاً بھول گئی۔ اور میں ایک ناخواندہ سیاستدان کے طور پر (ناخواندہ اس لئے کہ سیاسیات کا مضمون کبھی بھی میری خاص سٹڈی نہیں ہوا۔ بلکہ میں نے اسے اکثر مذہبی توجہ میں انتشار کا موجب پایا ہے۔ سوائے اس کے کہ سیاسیات کا کوئی حصہ براہ راست مذہب پر اثر انداز ہوتا ہو۔) ہندوستان کی موجودہ سیاسی الجھن کے متعلق مختلف قسم کے حل سوچنے لگا۔ میں اپنے اس رات کے افکار کو ذیل کے چند مختصر فقروں میں سپرد قلم کرتا ہوں۔ مگر یاد رہے کہ یہ تخیلات میرے ذاتی ہیں انہیں لازماً ہر تفصیل میں جماعت کی طرف منسوب نہ کیا جائے۔

(۱) سب سے پہلے میں نے خیال کیا۔ کہ ہماری جماعت ایک مذہبی اور تبلیغی جماعت ہے۔ اور گو خدا کے فضل سے اس کے ہاتھ پر ہر قسم کی فتوحات مقدر ہیں۔ مگر کم از کم شروع میں ہماری فتوحات کا رستہ نوے فیصدی تبلیغ کے میدان سے ہو کر گزرتا ہے پس ہمارا سب سے پہلا اور مقدم فرض یہ ہے کہ مستقبل کے ہندوستان میں مذہبی آزادی کے دروازہ کو زیادہ سے زیادہ کھلا رکھوانے کی کوشش کریں۔ اور اس کے لئے تین باتیں ضروری ہیں:۔

(الف) ضمیر کی آزادی یعنی انسان جو مذہب بھی اپنے لئے پسند کرے۔ اسے اس کا کھلم کھلا اعتراف کرنے کی آزادی حاصل ہو۔ (ب) مافی الضمیر کے اظہار کی آزادی یعنی ہر انسان کو اپنے مذہبی خیالات کو دوسروں تک پہنچانے اور تقریر و تحریر کے ذریعہ اپنے مذہب کی تبلیغ کرنے کا حق حاصل ہو۔ اور (ج) مافی الضمیر کے بدلنے کی آزادی یعنی اگر کوئی انسان اپنے ذاتی مطالعہ یا کسی دوسرے شخص کی تبلیغ کے نتیجہ میں اپنا مذہب تبدیل کرنا چاہے۔ تو اسے اس کا اختیار ہو۔ اور اس اختیار میں اس کے اپنے نابالغ بچے یا ایسے نابالغ عزیز جنکے اخراجات کا وہ متحمل ہے شامل سمجھے جائیں۔ یہ تینوں چیزیں انسانی ضمیر کی آزادی کا لازمی حصہ ہیں۔ اور ہندوستان کے آئندہ دستور اساسی میں صراحت اور تفصیل کے ساتھ شامل ہونی چاہئیے ورنہ خواہ ہندوستان کو پاکستان اور ہندوستان کی صورت میں آزادی ملے یا صرف اکھنڈ ہندوستان کی صورت میں اور خواہ برطانوی ہندوستان کا سوال ہو یا کہ ریاستی ہندوستان کا۔ جب تک کہ غلامی کی اس بدترین صورت کو جو ضمیر کشی سے تعلق رکھتی ہے کچلا نہ جائیگا۔ ہندوستان کو کبھی بھی حقیقی آزادی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس وقت بظاہر یہ ایک مذہبی سوال سمجھا جاتا ہے مگر حق یہ ہے کہ اپنے بنیادی اصول کے لحاظ سے یہ سوال صرف مذہبی نہیں ہے۔ بلکہ حریت انسانی کا پہلا مطالبہ ہے۔ جو اپنے آئندہ شاخسانوں کے لحاظ سے ہر قسم کے ذہنی نشو و نما کے لئے ایک جیسا ضروری ہے۔ خواہ وہ مذہبی ہو یا علمی یا تمدنی۔ یہ خیال کرنا کہ مذہبی آزادی کے اصول کو اجمالی طور پر تسلیم کر لینے میں ساری بات خود بخود آجاتی ہے ہرگز درست نہیں۔ ایسے امور میں اجمال کو دخل دینا فتنہ کا بیج بونا ہے۔ پس آئندہ دستور اساسی میں خواہ وہ سارے ہندوستان سے تعلق رکھنے والا ہو۔ یا اس کے ایسے حصوں کے ساتھ جن میں وہ آئندہ تقسیم کیا جائے اوپر کی تینوں چیزیں (یعنی مذہب کی آزادی اور تبلیغ مذہب کی آزادی اور تبدیلی مذہب کی آزادی) صراحت اور تعیین کے ساتھ شامل ہونی چاہئیے۔ انگریزوں نے خواہ بقول شخصے دوسرے میدانوں میں ہندوستانیوں کا کتنا ہی گلا گھونٹا ہو مگر اس میں شبہ نہیں کہ مذہبی آزادی کے معاملہ میں انہوں نے قابل تعریف فراخدلی سے کام لیا ہے اور ایک مذہبی جماعت کے لئے یہ سب سے بڑی چیز ہے اس کے علاوہ اس جہت سے بھی ہندوستان کے لئے تبلیغ و تبدیلئ مذہب کا سوال اہم ہے کہ اس کے ذریعہ سے آئندہ چل کر ملک کے اتحاد بلکہ ملک کے اندر بسنے والی قوموں کے ایک ہو جانے کا رستہ کھلتا ہے جو دوسری صورت میں بالکل ناممکن ہو جائیگا۔

(۲) اسکے بعد میرا خیال مسلمانوں کے مطالبہ پاکستان کی طرف گیا جو آجکل ہندوستانی سیاست کا مرکزی نقطہ بنا ہوا ہے۔ میں نے خیال کیا کہ دراصل پاکستان کے تصور کی ذمہ داری بڑی حد تک ہندو بھائیوں پر عائد ہوتی ہے ہندوؤں نے کبھی بھی ٹھنڈے دل سے اس بات کو نہیں سوچا کہ خواہ ہندو مسلمان ایک ملک میں دوش بدوش رہتے ہیں اور اس لحاظ سے لازماً ان کا کئی باتوں میں اتحاد ہونا چاہئیے مگر مسلمانوں کا مذہب اور تمدن اور قومی ضروریات ہندوؤں سے اس قدر جدا ہیں کہ جب تک ان کے لئے ملک کے اندر ایک خاص حفاظتی ماحول جو ان کی قومی زندگی اور قومی ترقی کے لئے ضروری ہو پیدا نہ کیا جائے ان کا ملک میں آزاد اور خوش اور تسلی یافتہ شہریوں کے طور پر زندگی گزارنا ناممکن ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ گو شروع میں مسلمان پاکستان کی نسبت بہت تھوڑے مطالبہ پر راضی تھے وہ آہستہ آہستہ برادران وطن کے عملی رویہ کی وجہ سے اپنے مطالبہ میں سخت اور پھر سخت سے سخت تر ہوتے گئے اور اسکے ساتھ انکا مطالبہ بھی دن بدن وسیع ہوتا گیا۔ اور ہمارے

ہمارے ہندو بھائیوں نے اتنا بھی نہ سوچا۔ کہ خود ان کا اپنا یہ حال ہے۔ کہ آج سے سات سال پہلے جو کچھ وہ مسلمانوں کو دینے کے لئے تیار تھے۔ وہ اس سے بہت کم تھا۔ جو وہ آج دینے کو تیار ہیں۔ پھر کیا یہ دانشمندی کا طریق نہیں تھا۔ کہ آج سے سات سال پہلے ہی وہ مسلمانوں کا اس وقت کا مطالبہ مان کر انہیں خوش کر دیتے۔ کیونکہ خوش اور تسلی یافتہ ہمسایہ اپنے ہمسایہ کے لئے طاقت اور سہارے کا باعث ہوتا ہے نہ کہ کمزوری اور خطرہ کا موجب۔ گو مثال مکمل نہیں۔ مگر مجھے تو یوں نظر آتا ہے۔ کہ پاکستان کا مطالبہ یہ رنگ رکھتا ہے۔ کہ کسی شخص کے دو عضووں کے باہمی جوڑ میں کوئی نقص پیدا ہو جائے۔ اور اس پر کمزور عضو برسوں چلاتا رہے۔ کہ اس نقص کا علاج کر کے اسے ٹھیک کر لو۔ تا میری تکلیف دور ہو۔ مگر دوسرا عضو اس کی آہ و پکار پر توجہ نہ دے۔ اور اس پر بالآخر کمزور عضو یہ فیصلہ کرے۔ کہ جب جوڑ ٹھیک ہونے میں نہیں آتا۔ تو چلو اب اسے کاٹ کر الگ ہی کر لیا جائے۔ تا جس طرح بعض درختوں کی کٹی ہوئی قلمیں زمین میں گاڑنے سے دوبارہ اگ آتی ہیں شاید یہ کٹا ہوا عضو بھی علیحدہ ہو کر پنپنا شروع ہو جائے۔ پس میں نے خیال کیا۔ کہ یہ پاکستان کا مطالبہ زیادہ تر خود ہندوؤں کا پیدا کیا ہوا ہے۔ جو انہوں نے عدم فیاضی کی روح میں اپنی کاروباری ذہنیت کے ماتحت آہستہ آہستہ پیدا کر دیا ہے۔ ورنہ اس بات میں کس عقلمند کو شبہ ہو سکتا ہے۔ کہ ایک وسیع اور قدرت کی رحمت کے ہاتھوں سے غیر معمولی طور پر برکت یافتہ ملک جس کی زمین گویا معدنی اور زرعی اور پھر سب سے بڑھ کر انسانی پیداوار کا سونا اگلتی ہے۔ ٹکڑے ٹکڑے کر کے بکھیر دیا جائے۔ خدا اپنے فعل سے جو تار اور ٹیلیفون اور ٹیلی ویژن اور ریڈیو اور پھر ریل اور موٹر اور بحری جہاز اور ہوائی جہاز وغیرہ کی صورت میں ظاہر ہو رہا ہے۔ دنیا کو انتشار سے اتحاد کی طرف لا رہا ہے۔ تو پھر یہ کس قدر افسوس اور بدقسمتی کی بات ہو گی۔ کہ ہم آپس کے قابل حل مسائل کی وجہ سے اتحاد سے انتشار کی طرف قدم اٹھائیں۔

(۳) اس کے بعد میں مسلم لیگ کے مطالبہ پاکستان کی تفصیل میں چلا گیا۔ یعنی یہ سوچنے لگا۔ کہ اپنی حقیقت کے لحاظ سے یہ مطالبہ ہے کیا۔ سو ظاہری اور سادہ صورت میں تو پاکستان سے مراد یہ لیا جاتا ہے۔ کہ ہندوستان کے وہ صوبے جن میں مسلمانوں کی اکثریت ہے (مثلاً پنجاب و بنگال) یا جن میں مسلمانوں کی اکثریت تو نہیں مگر کوئی دوسری مقامی قوم مسلمانوں کے ساتھ مل کر رہنا چاہتی ہے۔ اور یہ دونوں مل کر اکثریت بن جاتے ہیں (یعنی آسام) انہیں آئندہ دستور اساسی میں جس میں ہندوستان کو آزادی اور خود مختاری ملنے والی ہے۔ ہندوستان کے باقی صوبوں سے علیحدہ اور مستقل حیثیت میں آزادی حاصل ہو۔ تاکہ وہ کسی دوسری قوم کے ظاہری اور باطنی دباؤ کے بغیر اپنی حکومت کو جس طرح چاہیں اپنی ضروریات کے مطابق آزادانہ رنگ میں چلا سکیں۔ اس طرح گویا ہندوستان کے شمال مغرب میں صوبہ پنجاب اور صوبہ سرحد اور صوبہ سندھ اور بلوچستان اور ہندوستان کے شمال مشرق میں صوبہ بنگال اور صوبہ آسام بقیہ ہندوستان سے الگ ہو جائیں گے۔ یہی وہ دہری سرزمین ہے۔ جس کا نام نئی اصطلاح میں پاکستان رکھا گیا ہے۔ اور جس کی مسلمان آبادی قریباً سات کروڑ تک پہنچتی ہے۔ مسلم لیگ کا یہ مطالبہ ہے۔ کہ یہ پاکستانی علاقہ باقی ماندہ ہندوستان سے کامل اور کلی طور پر الگ اور آزاد کر دیا جائے۔ اور چونکہ پاکستان کے دو بازو ایک دوسرے سے کافی دور اور منقطع ہیں۔ اس لئے لیگ یہ بھی چاہتی ہے۔ کہ انتظامی سہولت کے لئے شمال مغربی اور شمال مشرقی پاکستان کے درمیان اسے ایک کافی فراخ رستہ بھی دیا جائے۔ جو گویا یو۔پی اور بہار میں سے ہوتا ہوا پنجاب اور بنگال کو ملا دے۔ مسلم لیگ یعنی جمہور مسلمانوں کا یہ دعویٰ نہیں ہے۔ کہ وہ آزادی کے بعد بہرصورت بقیہ ہندوستان سے جسے وہ موجودہ اصطلاح میں صرف ہندوستان کا نام دیتے ہیں۔ کلی طور پر الگ رہیں گے۔ بلکہ ان کا مطالبہ یہ ہے۔ کہ جہاں تک بنیادی آزادی کا تعلق ہے۔ پاکستانی صوبوں کو کامل اور مستقل طور پر خود مختار تسلیم کیا جائے۔ پھر اگر بعد میں یہ پاکستانی صوبے ایک آزاد اور خود مختار حکومت کی حیثیت میں بقیہ ہندوستان کی حکومت کے ساتھ کوئی باہمی معاہدہ (تعاونی یا حفاظتی یا اقتصادی وغیرہ) کر کے آزاد حکومتوں والے اتحاد کی صورت پیدا کرنا چاہیں۔ تو یہ اور بات ہے۔ اور اس کے لئے مسلمانوں کو اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اس کے مقابل پر کانگرس یعنی ہندو اکثریت کا یہ مطالبہ ہے۔ کہ تمام ہندوستان ایک ملک ہے اور ایک ہی رہنا چاہیئے۔ اور اس صورت کا نام وہ اکھنڈ ہندوستان رکھتے ہیں۔ البتہ وہ اس بات کے لئے تیار ہیں۔ کہ مسلمان صوبوں کو مناسب حفاظتی مراعات دے دی جائیں۔ مگر ان کا دعویٰ ہے۔ کہ ہندوستان کی مرکزی حکومت بہرحال ایک ہی رہنی چاہیئے اور اسے بعض خاص امور میں (مثلاً فوج اور بیرونی تعلقات وغیرہ) جن میں تمام ملک کے لئے اتحاد اور یکجہتی اور یکسانیت کی ضرورت ہے۔ صوبوں کے معاملہ میں دخل دینے اور انہیں ہدایات جاری کرنے کا اختیار حاصل ہونا چاہیئے۔ البتہ جہاں تک عام اندرونی معاملات کا تعلق ہے۔ صوبے آزاد ہوں گے۔ اس صورت کا نام فیڈریشن رکھا جاتا ہے۔ یعنی بہت سی نیم آزاد حکومتوں کا ایک واحد آزاد مرکزی نیابتی حکومت کے ساتھ منسلک ہونا۔ مسلم لیگ کا مطالبہ چار ستونوں پر قائم ہے۔ (الف) یہ کہ مسلمان نہ صرف اپنے علیحدہ مذہب اور علیحدہ تہذیب و تمدن کے لحاظ سے بلکہ ہندوستان میں اپنی تعداد کے لحاظ سے بھی ایک مستقل قوم کی حیثیت رکھتے ہیں نہ کہ محض ایک اقلیت کی۔ (ب) یہ کہ مسلمانوں کی قومی ضروریات ہندوؤں سے بالکل ممتاز اور جداگانہ ہیں۔ جو ایک علیحدہ اور آزاد نظام کے بغیر پوری نہیں ہو سکتیں۔ (ج) یہ کہ ہندوستان میں عملاً ایسے صوبے موجود ہیں۔ جن میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ اور عام جمہوری نظام کے ماتحت بھی ان صوبوں میں مسلمانوں کو حکومت کا حق حاصل ہے۔ اور (د) یہ کہ ہندوستان میں مسلمانوں کا سابقہ تجربہ بتاتا ہے۔ کہ باوجود حفاظتی مراعات کے ہندو حکومت کے ماتحت مسلمانوں کے حقوق محفوظ نہیں رہ سکتے۔ اس کے مقابل پر ہندو صاحبان بھی اپنے مطالبہ میں بلا دلیل نہیں ہیں۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ (الف) پاکستان کے بننے سے ہندوستان کی نہ صرف شان و شوکت بلکہ طاقت و قوت بھی خاک میں مل جاتی ہے۔ اور وہ دنیا کے مضبوط ترین اور بہترین ملکوں کی صف میں سے نکل کر معمولی ملکوں کی صف میں آ کھڑا ہوتا ہے۔ (ب) یہ کہ جہاں اس زمانہ میں دنیا کے دوسرے ترقی یافتہ ملک آس پاس کے آزاد ملکوں کے ساتھ اتحادی معاہدات کے ذریعہ اپنی طاقت بڑھا رہے ہیں۔ وہاں پاکستان کی تجویز ہندوستان کے حصے بخرے کر کے اسے اور بھی زیادہ کمزور کرنے کا رستہ کھول رہی ہے۔ (ج) یہ کہ ہندوستان کے ٹکڑے ہو جانے سے وہ آس پاس کے مضبوط ملکوں کا آسان شکار بن جائے گا۔ اور انگریز کی غلامی سے بھاگتے ہی کسی اور قوم کی غلامی سہیڑ لے گا۔ اور (د) یہ کہ پاکستان کے ذریعہ بھی ہندوستان کے فرقہ دارانہ مسائل کا کامل حل میسر نہیں آتا۔ کیونکہ اگر مسلمانوں کی اکثریت والے صوبے پورے طور پر آزاد بھی ہو جائیں۔ تو پھر بھی پاکستان اور باقی ماندہ ہندوستان دونوں میں مخلوط آبادی باقی رہتی ہے۔ یعنی پاکستان میں کافی آبادی ہندوؤں کی رہتی ہے۔ اور ہندوستان میں مسلمانوں کی پس جب پاکستان قائم کر کے بھی مرض جوں کا توں رہا۔ تو پھر خواہ مخواہ ہندوستان کو کمزور کرنے کا کیا فائدہ ہے؟

(۴) مسلمانوں اور ہندوؤں کے موافق و مخالف دلائل میں پڑ کر مجھ پر یہ حقیقت بھی منکشف ہوئی۔ کہ ہندو اس معاملہ میں بہت خوش قسمت ہے۔ کہ بوجہ اس کے کہ وہ ہندوستان میں بھاری اکثریت رکھتا ہے۔ وہ بڑی آسانی کے ساتھ اپنی فرقہ دارانہ ذہنیت کو نیشنل اصطلاحوں اور عام ملکی مفاد کے پردہ میں چھپا سکتا ہے۔ اسے کبھی یہ کہنے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ کہ یہ چیز ہندو کو دو۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ جو چیز وہ ملک کے نام پر لے گا۔ وہ لازماً اکثریت والی قوم کو پہنچے گی۔ پس وہ اپنی

قوم کا سوال اٹھانے کے بغیر قوم پروری کرتا چلا جاتا ہے۔ اور اسکی فرقہ دارانہ ذہنیت اس کے اندر موجود ہوتے ہوئے بھی نیشنلزم کے پردہ میں بدستور رہتی ہے۔ مگر مسلمان فرقہ دارانہ سوال اٹھانے کے بغیر اپنی قوم کی حفاظت نہیں کرسکتا۔ اسے بالکل ننگا ہو کر یہ کہنا پڑتا ہے۔ کہ یہ چیز مسلمانوں کو دو۔ پس بسا اوقات وہ مظلوم ہوتے ہوئے بھی فرقہ دارانہ زہر کے پھیلانے کا مجرم سمجھا جاتا ہے۔ ان میں سے ایک ملک کے نام پر مانگتا ہے۔ اور بے لوث محبّ وطن سمجھا جا کر اپنی غرض پوری کرلیتا ہے۔ مگر دوسرا اپنے فرقہ کے نام پر مانگنے کے لئے مجبور ہے۔ اس لئے ہمیشہ بدنام ہوتا ہے۔ اور اکثر دھتکارا بھی جاتا ہے۔ یہ وہ کھیل ہے۔ جسے انگریز ذہنیت آج تک نہیں سمجھ سکی۔ وہ ہندو کو فراخ دل نیشنلسٹ سمجھتی ہے۔ اور مسلمان کو تنگ دل کمیونلسٹ۔ مگر پاکستان کا مطالبہ اس سٹیج پر سے جلد جلد پردہ اٹھا رہا ہے۔ کیونکہ پاکستان کے قائم ہوتے ہی اسلامی صوبوں میں ہندو ذہنیت اسی طرح بے نقاب ہونی شروع ہو جائیگی۔ جس طرح آج ہندو اکثریت کے راج میں مسلمانوں کی ذہنیت بے نقاب ہو رہی ہے۔ بہرحال میں نے اس رات کی بے چینی میں سوچا۔ کہ ہندوستان کا سوال صرف اصل سیاسی مسئلہ کے لحاظ سے ہی مشکل نہیں ہے۔ بلکہ مختلف قوموں کے دلائل کو سمجھنے اور ان کی حقیقت تک پہنچنے کے لحاظ سے بھی بہت پیچیدار ہے

(۵) ایک اور مشکل میرے ذہن میں یہ ئی۔ کہ ہندوستان کا چپہ چپہ اسلامی یادگاروں سے بھرا پڑا ہے۔ اگر یہاں کسی گذشتہ اسلامی بزرگ کا مزار ہے۔ جس کے انفاس قدسیہ کی برکت سے ہزاروں لاکھوں ہندوؤں نے اسلام کی روشنی حاصل کی۔ تو وہاں کسی مسلمان بادشاہ یا رئیس کی بنائی ہوئی شاندار مسجد ہے۔ جس کی ایک ایک اینٹ اسلامی شوکت اور بنانے والے کی للّٰہیت کا پتہ دے رہی ہے۔ پھر اگر اس جگہ اسلامی حکومت کے زمانہ کا کوئی عظیم الشان قلعہ ہے۔ جو اسلام کی مٹی ہوئی طاقت کی یاد کو زندہ رکھ رہا ہے۔ تو اُس جگہ کسی مسلمان نقاش کے ہاتھ کا بنایا ہوا مسحور کن باغ ہے۔ جس کی وسعت و زینت غیور مسلمانوں کے دلوں پر ایک نہ مٹنے والا نقش قائم کر رہی ہے۔ اور یہ زندہ اور زندگی بخش یادگاریں ہندوستان کے شمال سے لے کر جنوب تک اور مغرب سے لیکر مشرق تک اس طرح پھیلی ہوئی ہیں۔ کہ جس طرف بھی نظر اٹھاؤ وہاں کا منظر اس مصرع کی تفسیر نظر آتا ہے کہ

کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجاست

میری نظر دلّی کی شاہی مسجد اور لال قلعہ اور قطب مینار اور حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے مزار اور ہمایوں کے مقبرہ اور حضرت شاہ ولی اللہؒ کی قبر سے اٹھ کر آگرہ کے تاج اور سکندرہ کے گنبدوں کے ساتھ لپٹی ہوئی راجپوتانہ کے وسط میں حضرت شاہ معین الدین اجمیریؒ کے مزار پر پہنچی۔ اور میرے دل نے کہا۔ کہ بے شک اس وقت پاکستان کے مطالبہ نے مسلمانوں میں سیاسی اتحاد پیدا کرنے میں بہت بڑا کام کیا ہے۔ مگر یہ بزرگ جو اس مٹی میں دفن ہے۔ اس نے بھی اپنے وقت میں لاکھوں ہندوؤں کو اسلام کی محبت بھری غلامی میں کھینچا تھا۔ اور اب یہ اچھی وفاداری نہیں ہے۔ کہ ہم خود اپنے ہاتھوں سے اس کی قبر کو ہندوؤں کی غلامی میں چھوڑ جائیں۔ پھر یہاں سے اٹھ کر میری نظر ہوا میں اڑتی ہوئی گولکنڈا اور حیدرآباد کی چٹانوں تک پہنچی۔ جہاں مجھے کئی اسلامی بادشاہوں اور مسلمان درویشوں کی قبروں نے اپنی طرف بلایا کہ آج کے دھندے میں کل کے گذرے ہوئے بزرگوں کو نہ بھول جانا کہ ان کی ہڈیاں بھی کچھ حق رکھتی ہیں۔ اور پھر اس سے آگے میں نے میسور اور جنوبی ہندوستان کے میدانوں پر نگاہ ڈالی۔ تو حیدر علی اور ٹیپو سلطان نے اپنی قبروں سے اٹھ کر مجھ سے گلہ کیا۔ کہ ہم نے اپنے وقت میں مٹھی بھر مسلمانوں کو ساتھ لے کر سارے ہندوستان کے لئے جان کھو دی۔ اور تم دس کروڑ جانباز ہو کر ہندوستان کے ایک کونہ میں سمٹ کر بیٹھنا چاہتے ہو۔ اگر ہمیں بھول گئے ہو۔ تو کم از کم شیر شاہ سوری کے اس جرنیلی رستہ پر نگاہ ڈالو جو پشاور سے بنگال کو ملاتا تھا۔ اور چپہ چپہ پر شاہی سراؤں کی آہنی میخیں گاڑتا چلا جاتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی مجھے حال کے زمانہ میں علی گڑھ کی مرکزی اسلامی یونیورسٹی کی طرف بھی خیال گیا۔ جو پاکستان کے علیحدہ ہو جانے سے صرف ہندوگڑھ کی زینت ہو کر رہ جائے گی۔ اور یقیناً ایک چھوٹا سا صحرائی نخلستان جو اپنے آب رسانی کے منبع سے جدا ہو جائے۔ زیادہ دیر تک تر و تازہ نہیں رہ سکتا۔

(۶) ان خیالات نے مجھے اسی گہری سوچ میں ڈال دیا۔ کہ انسانی زندگی کے متعلق اسلام کا نظریہ کیا ہے؟ کیا اسلام خطرے کے مواقع سے ہٹ کر گھر میں محصور ہو جانے کو پسند کرتا ہے یا کہ زندگی کی کشمکش میں کود کر آگے بڑھتے چلے جانے کو؟ اس وقت مجھے اپنے پیارے آقا فداہ نفسی کا یہ قول یاد آیا کہ لا رهبانیة فی الاسلام۔ میں نے خیال کیا کہ بظاہر یہ ارشاد افراد کے لئے ہے۔ مگر اس میں یہ عظیم الشان قومی راز بھی مخفی ہے۔ کہ اسلام اس طریق کی اجازت نہیں دیتا۔ کہ دنیا کے خطرات سے ڈر کر انسان کسی پہاڑ کی چوٹی یا کسی جنگل کے پیڑ یا کسی خانقاہ کے حجرہ یا کسی مکان کے گوشہ میں تنہا بیٹھ کر اپنی جان کی خیر منانے لگ جائے۔ بلکہ وہ انسان کو زندگی کی کشمکش میں دھکیل کر حکم دیتا ہے کہ مرد میدان بن کر ان خطرات کا مقابلہ کرو۔ اور اپنی قوتِ بازو سے دشمن کو زیر کرتے ہوئے اپنی ترقی کا رستہ کھولتے چلے جاؤ۔ کیونکہ اسلامی نظریہ یہ ہے کہ جو سمٹا وہ بیٹھا۔ اور جو پیچھے ہٹا وہ گرا۔ اور جو گرا وہ مرا۔ پھر مجھے خلفاء راشدین کے سب سے بڑے سیاستدان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وہ قول بھی یاد آیا۔ کہ جب سے میں مکہ میں مسلمان ہوا۔ لم ازل أَضْرِبُ وأُضْرَبُ فی سِکَکِ مکۃ۔ یعنی اس وقت سے میں گھر میں نہیں ٹھہرا بلکہ مکہ کی گلیوں میں پھرتا ہوا پٹتا اور پیٹتا ہی رہا۔ حتیٰ کہ خدا اسلام کی فتح کا دن لے آیا۔ میں اپنے آقا اور اُس کے مدبّر صحابی کے ان قولوں کو یاد کر کے اس خیال سے بے چین ہونے لگا۔ کہ بے شک ہندوستان کا مسلمان کمزور بھی ہے۔ اور مظلوم بھی مگر کہیں پاکستان کا تصور قومی رہبانیت کا رنگ تو نہیں رکھتا۔ کیا وہ اسے أُضْرِبُ وأُضْرَبُ کے میدان سے نکال کر گھر کی بظاہر پرامن مگر دراصل پرخطر چار دیواری میں محصور تو نہیں کر رہا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ اسلام نے صرف اس وقت تک ترقی کی جب تک کہ مسلمان چند گنتی کے نفوس کی ٹولیوں میں تمام خطرات سے بے پروا ہو کر غیر ملکوں میں گھس جاتے رہے۔ اسلام کی زندگی غیر قوموں کے مقابل پر مسلسل جدوجہد کے ساتھ وابستہ ہے۔ مگر میں ڈرتا ہوں۔ کہ پاکستان کا نظریہ مسلمانوں کو اس جدوجہد سے باہر نکال رہا ہے۔

(۷) پھر میرے دل میں یہ خیال بھی آیا۔ کہ کہیں پاکستان کا اصول اور اسلامی تبلیغ کا نظریہ آپس میں ٹکراتے تو نہیں۔ میرے دل نے کہا۔ کہ تبلیغ کے معنی دوسرے کے گھر میں پرامن نقب لگانے کے ہیں۔ مگر پاکستان کا مطالبہ اس اصول پر مبنی ہے۔ کہ چونکہ ہندو مسلمان آپس میں مل کر امن کے ساتھ نہیں رہ سکتے۔ اس لئے انہیں علیحدہ علیحدہ گھر ملنا چاہیئے۔ جس میں وہ ایک دوسرے سے جدا رہتے ہوئے چین کی زندگی گذار سکیں۔ تو اس صورت میں جو شخص اس مخصوص سمجھوتہ کے ماتحت دوسرے سے جدا ہوتا ہے۔ کہ ہم آئندہ علیحدہ علیحدہ رہیں گے۔ وہ کبھی بھی دوسرے شخص سے یہ توقع نہیں رکھ سکتا۔ کہ وہ اسے کبھی اپنے گھر میں گھر والا بنکر داخل ہونے کی اجازت دے گا۔ پس میرا دل اس خیال سے خائف ہوا۔ کہ پاکستان کا نظریہ اسلامی نفوذ کی پالیسی سے ٹکراتا ہے۔ اور اس کے نتیجہ میں تبلیغ اسلام کا دروازہ بقیہ ہندوستان میں عملاً بند ہو جاتا ہے۔ اور دوسری طرف میں نے سوچا کہ اگر

تبلیغ کا دروازہ کھلا رہے تو شمال مغربی اور شمال مشرقی پاکستان تو ایک معمولی چیز ہے ہم انشاء اللہ سو پچاس سال کے عرصہ میں سارے ہندوستان کو ہی پاکستان بنا سکتے ہیں۔ یہ ایک ہوائی دعویٰ نہیں ہے بلکہ اسلامی تاریخ اس بات کی کئی زندہ مثالیں پیش کر سکتی ہے کہ جنگ کے ذریعہ سے نہیں بلکہ پرامن تبلیغ کے ذریعہ پچاس پچاس سال کے اندر ملکوں کی کایا پلٹ دی گئی ہے۔ بلکہ خود ہندوستان کے اندر ہماری آنکھوں کے سامنے یہ مثال موجود ہے کہ آج سے پچاس سال پہلے پنجاب میں ہندوؤں کی اکثریت تھی مگر آج مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ تو جب ایک معمولی جدوجہد نے یہ انقلابی نتیجہ پیدا کر دیا ہے تو ایک وسیع و منظم کوشش کیا کچھ نہیں کر سکتی؟ مگر میں ڈرتا ہوں کہ پاکستان کا نظریہ ایسی کوشش کا دروازہ بند کرتا ہے۔ مذہبی لوگ عموماً دیوانے سمجھے جاتے ہیں اور شاید دنیوی معیاروں کے مطابق یہ کسی حد تک درست بھی ہو۔ مگر دور کی افق میں اس بات کے یقینی آثار نظر آ رہے ہیں کہ انشاء اللہ العزیز ابھی ایک سو سال کا عرصہ نہیں گزرے گا کہ ہندوستان کا وسیع ملک فرقہ وارانہ مناقشات کے خطرہ سے کلی طور پر باہر ہو جائے گا۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ مسلمانوں کو خاص تحفظات کی ضرورت نہیں۔ یقیناً موجودہ حالات میں مسلمان کمزور بھی ہیں اور مظلوم بھی اور ملک کا عام قانون ان کی حفاظت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ہندو قوم نے بالعموم نہ تو ان کی ہمسائیگت کا حق ادا کیا ہے اور نہ ہی اپنی اکثریت کا۔ پس خاص نظام بہرحال ضروری ہے مگر کیوں نہ ہم ہندوستان کو متحد رکھتے ہوئے کوئی ایسا حق و انصاف کا رستہ تلاش کرنے کی کوشش کریں جو مسلمانوں کو ملکی جدوجہد میں شریک رکھتے ہوئے ہم قومی خطرات سے محفوظ کر دے یعنی بقول شخصے سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔

(باقی آئندہ) خاکسار مرزا بشیر احمد قادیان ۱۷ اپریل ۴۶ء

سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ کی مجلس علم و عرفان

جنوں کی خوراک ہڈی۔ گوبر اور کوئلہ سے مراد

۱۶ اپریل۔ بعد نماز مغرب حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ مجلس میں رونق افروز ہوئے۔ وزارتی مشن کی پیشکش کے بارے میں حضور نے جناب چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب سے مختصر گفتگو فرمائی۔ پھر فرمایا کہ کل مجھ سے کسی نے سوال کیا۔ کہ احادیث میں آیا ہے کہ ہڈی۔ گوبر اور کوئلہ سے استنجا نہ کرو کیونکہ یہ جنوں کی خوراک ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ اس حدیث کی تشریح میں فرمایا کرتے تھے۔ کہ جنوں سے وہ چھوٹے کیڑے مراد ہیں جو ان سے خوراک حاصل کرتے ہیں۔ اس پر سوال یہ ہے کہ دوسری روائت میں ہے کہ جنوں کے وفد نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں حاضر ہو کر یہ درخواست کی تھی۔ کیا یہ کیڑے مکوڑے بصورت وفد آئے تھے؟

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ نے ان دو احادیث کی لطیف تشریح فرمائی اور بتایا کہ اسلام نے ان چیزوں سے استنجا سے کس حکمت کے ماتحت منع فرمایا ہے۔ آج سے تیرہ سو برس قبل جب کہ جراثیم کے بارے میں وہ تحقیقات نہ ہوئی تھی جو آج ہو چکی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم آپ کے منجانب اللہ ہونے پر ایک دلیل ہے باقی رہا حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ والی روائت میں جنوں کے وفد کے آنے کا ذکر۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ کئی دفعہ راوی بعد میں آنے یا مجلس میں دور ہونے کے باعث ایک حصہ کلام کو نہیں سنتا یا اسے پورے طور پر اخذ نہیں کر سکتا اور وہ اپنے علم اور فہم کے مطابق روائت کر دیتا ہے۔ یا بعض دفعہ وہ مطلب پورے طور پر نہیں سمجھتا۔ حضور نے اس بارے میں احادیث سے اور دوسرے کلاموں سے بعض مثالیں بھی بیان فرمائیں۔ پھر فرمایا کہ میرے نزدیک جنوں کے وفد کے آنیوالی روائت ایک رؤیا تھا۔ ایک کشفی نظارہ تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا گیا۔ جسے بعض راویوں نے ظاہر پر محمول کر دیا حضور ایدہ اللہ بنصرہ نے ان احادیث کے ظاہر پر عمل کرنے سے لازم آنے والے استحالات کا تفصیلی ذکر فرمایا۔

جناب ڈاکٹر عبد الاحد صاحب نے عرض کیا کہ جدید تحقیقات سے ثابت ہے کہ کوئلہ زخم پر لگ جانے سے مرض کو بڑھا دیتا ہے۔

اذان عشاء ہوئی اور مجلس پر خاموشی طاری ہو گئی۔ اذان کے بعد حضور ایدہ اللہ بنصرہ نے فرمایا۔ اب بھی پہلے کی طرح مجلس کی ایک جہت مہمانوں کے لئے اور ایک جہت قادیان والوں کے لئے مخصوص ہونی چاہیئے۔ دونوں کا حق ہے باہر سے آنیوالے دوست بعض سوالات لے کر آتے ہیں یا انہوں نے اپنے حالات سنانے ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کو بھی موقع ملنا چاہیئے شوریٰ کے دنوں میں تو زیادہ مہمان ہونگے۔ ورنہ عام طور پر ایک طرف پندرہ بیس اصحاب کے لئے جگہ مخصوص ہونی چاہیئے۔ اسی ضمن میں حضور نے فرمایا میں نے جو کثرت سوال سے منع کیا تھا وہ زیادہ تر قادیان والوں کے لئے تھا کیونکہ ان کے لئے مواقع بہت ہیں اور پھر ان کو بھی ایسے رنگ کے سوالات سے روکا تھا۔ جن میں سوال پر سوال پیدا کر کے بحث کا رنگ آجاتا تھا۔ کیونکہ ایسے سوالات سے سائل فائدہ نہیں اٹھاتا۔ اس کا دماغ سوال پیدا کرنے کی طرف متوجہ رہتا ہے ہاں اہم سوال اور سنجیدگی سے کئے گئے سوال کرنا قادیان والوں کو بھی منع نہیں۔ حضور نے اس بارے میں صحابہ رضؓ کا طریق بیان فرمایا۔

بابو محمد افضل صاحب گوجرانوالہ نے گذشتہ زمانہ مخالفت میں تعداد بیعت کی زیادتی کا ذکر کیا حضور نے فرمایا۔

مخالفت میں ہی جماعت بڑھا کرتی ہے باقی مقابلہ کے لئے مجموعی تعداد دیکھنی چاہیئے۔ حافظ محمد ابراہیم صاحب دارالفضل نے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ مخالفت تو الٰہی سلسلہ کے لئے کھاد ہوتی ہے۔ ماسٹر عبد الرحمٰن صاحب بی۔ اے نے ڈاکٹر نذیر احمد صاحب ایبے سینیا کے خط کا ذکر کیا اور ڈاکٹر صاحب موصوف کی مشکلات پیش کر کے درخواست دعا کی نیز کہا کہ وہ مبلغ مانگتے ہیں۔ حضور ایدہ اللہ بنصرہ نے فرمایا ہم نئے مبلغ تیار کر رہے ہیں۔

ایک دوست نے خواب میں لمبی مچھلی دیکھنے کی تعبیر دریافت کی حضور نے فرمایا۔

صاف پانی میں لمبی مچھلی دیکھنے کا مطلب مال حلال کا حاصل ہونا ہوتا ہے ماسٹر عبد الرحمٰن صاحب نے عرض کیا کہ حضور ایک سکھ مسلمان ہونا چاہتا ہے مگر کیس نہیں منڈوانا چاہتا حضور ایدہ اللہ نے فرمایا وہ مسلمان ہو جائے کوئی حرج نہیں اسلام میں آنے کے بعد کسی نہ کسی دن اسے کیس کٹانے ہی پڑیں گے فی الحال وہ لوگوں سے ڈرتا ہے تو یہ ایسا مسئلہ نہیں کہ اس کے بغیر مسلمان نہ ہو سکے۔

خاکسار ابو العطاء جالندھری

قرآنی خزائن کے متلاشیوں کو مژدہ!

مادہ پرست دہریوں اور زمانہ حال کے خشک فلسفیوں کے حملوں کو روکنے کے لئے سیدنا حضرت امیر المومنین المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی فرمودہ تفسیر کا مطالعہ ضروری ہے۔ یہ تفسیر حضور ایدہ اللہ زمانہ حال کے مفاسد کو مدنظر رکھتے ہوئے رقم فرما رہے ہیں۔ اس زمانے میں کفر کے پیچ در پیچ اعتراضات کا اسمیں کافی وشافی جواب موجود ہے۔ موجودہ شائع ہونے والی جلد تفسیر کبیر جلد ششم حصہ چہارم جز اول (آخری پارہ کا نصف اول) احباب جلد از جلد منگوا کر مطالعہ فرمائیں۔ ورنہ ختم ہونے کے بعد یہ تحفہ کسی قیمت پر نہ مل سکیگا۔

تفسیر کی قیمت مبلغ ۷/- روپیہ مع محصول ڈاک پیکنگ وغیرہ مبلغ ۱/- روپیہ وی۔پی منگوانے کی صورت میں موازی ۲/ زائد۔ بہت تھوڑی مقدار میں جلدیں رہ گئی ہیں اس لئے منگوانے والے احباب جلدی کریں۔

(انچارج تحریک جدید قادیان)

آہ! قاضی محمد حنیف صاحب

قاضی محمد حنیف صاحب ڈپٹی کلکٹر جوامرتسر کے مشہور قاضی خاندان کے فرد اور مرحوم ڈاکٹر قاضی کرم الہی صاحب کے پوتے تھے۔ مرض حرکت قلب کے بند ہونے سے اچانک لائل پور میں ۵ اپریل کو فوت ہوئے اور اسی دن قادیان میں دفن کئے گئے قاضی صاحب مرحوم کی عمر ابھی ۵۵ سال بھی نہ ہوئی تھی اور آپ کی پنشن عنقریب ہونے والی تھی۔ جب کہ پیغام اجل آگیا۔ مرحوم ایک خاموش طبیعت آدمی تھے چپ چاپ نیکی کے کاموں میں معروف رہتے تھے۔ میرے ساتھ ان کے تعلقات محبت واخلاص بہت گہرے تھے مجھے سفر وحضر میں ان کے پاس جانے اور ان کے حالات کا مطالعہ کرنے کا موقعہ ملتا رہا۔ نہ کبھی افسروں کے ساتھ ان کو ناراضگی کا ہنگامہ بپا کرنا پڑتا تھا۔ اور نہ کبھی ماتحتوں کے ساتھ ان کا جھگڑا ہوتے دیکھا گیا۔ ہر ایک کے حقوق نہایت خوش اسلوبی سے ادا کرتے تھے اور پبلک کے ساتھ آپ کے تعلقات ہر جگہ دوستانہ رہے۔ مرحوم نے ایک دفعہ چند احادیث رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انگریزی ترجمہ کر کے خوشنما کارڈوں پر چھپوا کر وہ کارڈ دور ونزدیک مفت تقسیم کئے اور اس طرح کے تبلیغی کام کرتے رہتے تھے۔ مرحوم کی اچانک بے وقت موت نہایت افسوسناک ہے اور ان کے تمام متعلقین قابل ہمدردی ہیں۔ ناظرین اخبار سے درخواست ہے کہ ان کی مغفرت اور بلند مراتب روحانیہ کے واسطے دعا کریں۔

(مفتی) محمد صادق

خلافت احمدیہ کی شاندار فتح

منکرین خلافت کی شکست فاش

مولوی محمد علی صاحب امیر منکرین خلافت کی سکندر آباد میں تشریف آوری پر ان کو اپنے عقاید حلفاً بیان کرنے کی دعوت دی گئی۔ اور کہا گیا

(۱) حلف اٹھاتے ہی فوراً پانچ ہزار روپیہ نقد انعام۔

(۲) حلف کیلئے آمادہ کرنے والے صاحب کو بھی اسی جلسہ میں پانچ ہزار روپیہ انعام

(۳) حلف اٹھانے کے نتیجہ میں ایک سال کے اندر موت وارد نہ ہوتی تو مزید پچاس ہزار روپیہ انعام

کئی معزز اصحاب نے ان کو حلف کے لئے آمادہ کرنے کی کوشش کی۔ مگر امیر منکرین خلافت نے ہر ایک کو کچھ نہ کچھ کہکر ٹال دیا۔ اس طرح ان کا ظاہر کچھ اور باطن کچھ صاف ظاہر ہوگیا۔ اس کے متعلق تازہ مفصل اشتہار کارڈ آنے پر فوراً ارسال کر دیا جائیگا۔ اگر آئندہ بھی کوئی صاحب ان کو حلف کے لئے آمادہ کرینگے تو ان کو بھی پانچ ہزار اور مولوی محمد علی صاحب کو پچیس ہزار جملہ ساٹھ ہزار روپیہ دیا جائیگا۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی و مصلح موعود کا ادنیٰ ترین غلام خاکسار عبداللہ الہ دین امیر جماعت احمدیہ سکندر آباد

بو (BO) سکول سیرالیون

مغربی افریقہ کے لئے فراہمی چندہ

حسب ریزولیوشن صدر انجمن احمدیہ ۷۵ مورخہ ۲۶/۴۳/۹ مولوی محمد صدیق صاحب مبلغ سیرالیون کو بو سکول کی تعمیر کے لئے ہندوستان کی بعض جماعتوں سے اور بڑے بڑے احمدی احباب سے ۴۰۰/- پونڈ (چار سو پونڈ) تک ان شرائط پر چندہ فراہم کرنے کی اجازت دی جاتی ہے (۱) اس چندہ کا مرکز کے لازمی چندوں (چندہ عام۔ حصہ آمد۔ جلسہ سالانہ) نیز چندہ کالج۔ و مینارۃ المسیح پر مخالفانہ اثر نہ پڑے اور (۲) کسی ایسی جماعت یا ایسے احباب سے یہ چندہ وصول نہ کیا جائے۔ جو مرکز کے مذکورہ بالا لازمی چندوں کا بقایادار ہو۔

— ناظر بیت المال قادیان

طلبا ء کالج کے لئے ضروری اعلان

تعلیم الاسلام کالج کے وہ طلبا جو امسال ۲۴ اپریل ۱۹۴۶ء کو ایف اے کے امتحان یونیورسٹی میں شریک ہونگے انکے رول نمبر آگئے ہیں جو تقسیم کئے جا رہے ہیں۔ جو طلبا اس وقت قادیان سے باہر ہوں۔ ان کو چاہئے کہ ۲۰ اپریل ۱۹۴۶ء تک ضرور قادیان پہنچکر اپنے رول نمبر دفتر سے حاصل کریں

— (پرنسپل)

ضروری اعلان

نصرت گرلز ہائی سکول میں ایک صنعتی نمائش ۱۹-۲۰-۲۱ اپریل کو ہوگی۔ طالبات کی بنائی ہوئی اشیاء فروخت بھی کی جائیں گی۔ مردوں اور خواتین کے نمائش دیکھنے کے اوقات کی تقسیم حسب ذیل ہوگی۔

مرد:- ۱۹-۲۰-۲۱ اپریل کی شام ½۷ بجے سے ۱۱ بجے تک۔

خواتین:- ۱۹-۲۰-۲۱ اپریل کی صبح ½۷ بجے سے لیکر ۱۱ بجے تک۔

نمائشی ٹکٹ میاں عبدالرحیم صاحب دیانت سوڈا واٹر فیکٹری اور افضل برادرز اور سلطان برادرز سے مل سکینگے۔

خواتین اپنے اپنے حلقہ کی پریذیڈنٹ یا سیکرٹری سے ٹکٹ وصول کر سکتی ہیں۔ ٹکٹ صبح اور شام نمائش گاہ کے دروازے پر بھی مل سکینگے۔ امید ہے کہ احمدی بہنیں اور بھائی نمائش میں تشریف لاکر اور صنعتی اشیاء خرید کر احمدی طالبات کی حوصلہ افزائی فرمائینگے۔ امۃ الرحمن ہیڈ مسٹرس

وعدہ چندہ توسیع کالج

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:- "پس ان حالات میں مَیں نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ پر توکل کر کے کالج کی بی۔اے اور بی ایس سی کی جماعتیں کھول دی جائیں اور اسی سے دعا کے کامیابی کرتے ہوئے میں جماعت احمدیہ کے مخلص افراد سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس کام کے لئے دل کھول کر چندہ دیں۔ اور یہ دو لاکھ کی رقم اس سال میں پوری کر دیں۔ تاکہ یہ کام بتمام و کمال جلد مکمل ہو کر اسلام کی ایک شاندار بنیاد رکھی جائے۔"

کیا آپ نے حضور کے اس ارشاد کی تعمیل میں چندہ لکھوا دیا ہے۔ اگر نہیں تو اب لکھوا دیں

(ناظر بیت المال)

اشتہار زدفعہ ۵۔ رول ۲۰ مجموعہ ضابطہ دیوانی

بعدالت چوہدری عبدالعزیز صاحب پی سی ایس سب جج بہادر درجہ اول سرگودھا

دعوےٰ دیوانی ۱۱۲ سال ۱۹۴۵ء ہندو خاندان مشترکہ ٹریڈنگ فرم موسوم چندا رام مولچند واقعہ منڈی سلانوالی بذریعہ رام لعل ولد مولچند قوم بجاج مالک و حصہ دار فرم مذکور

بنام فتح شیر و امیر

دعوےٰ ۲۳۰/- بنام فتح شیر (۲) امیر پسران ہاتے بھائی خان اقوام بھٹی سکنہ کھوڑی والا تحصیل چنیوٹ ضلع جھنگ۔

مقدمہ مندرجہ عنوان بالا میں مسمی مدعا علیہ مذکور تعمیل سمن سے دیدہ دانستہ گریز کرتا ہے اور روپوشی ہے۔ اس لئے اشتہار ہذا بنام مدعا علیہ مذکور جاری کیا جاتا ہے۔ کہ اگر مدعا علیہ مذکور تاریخ ۲۶ ۵ ۴۵ کو مقام سرگودھا رعدالت حاضر نہیں ہوگا۔ تو اس کی نسبت کارروائی یکطرفہ عمل میں آوے گی

بدستخط میرے اور مہر عدالت کے جاری ہوا۔

دستخط حاکم

مہر عدالت

این۔ ڈبلیو۔ آر سروس کمشن لاہور

مقررہ فارم پر جو این۔ ڈبلیو۔ آر کے تمام بڑے بڑے سٹیشنوں سے بقیمت ایک روپیہ مل سکتا ہے۔ این۔ ڈبلیو۔ آر میں سٹینوگرافروں کی ۳+۱ عارضی اسامیوں کے لئے جو مسلمانوں کے لئے مخصوص ہیں۔ مرد امیدواروں کی طرف سے ۲۲/۵ تک درخواستیں مطلوب ہیں۔ علاوہ ازیں دس موزون امیدواروں (پانچ مسلمان۔ ایک سکھ پارسی یا ہندوستانی عیسائی۔ ایک شڈولڈ اقوام کے لئے اور تین غیر مخصوص) کے نام فہرست انتظاریہ پر رکھے جائیں گے۔

تنخواہ ۱۲۰ – ۱۰/۲ – ۱۰۰ کے گریڈ میں مبلغ سو روپیہ ماہوار معہ مہنگائی اور دیگر الاؤنسوں کے جو از روئے قواعد مل سکتے ہیں۔ ملے گی۔

قابلیت امتحان میٹریکولیشن (سیکنڈ ڈویژن اگر نتائج کا اعلان ڈویژنوں میں ہوتا ہو) کسی منظور شدہ یونیورسٹی کا پاس شدہ یا جونیئر کیمبرج یا اس کے مساوی درجہ کا کوئی امتحان پاس ہو۔ انگریزی کی قابلیت عمدہ ہونی ضروری ہے۔ شارٹ ہینڈ کی رفتار ایک سو بیس اور ٹائپ رائٹنگ کی تیس الفاظ فی منٹ ہونی چاہیئے

عمر۔ اٹھارہ اور پچیس ۲۵ سال کے درمیان اور گریجوایٹ امیدواروں کے لئے تیس سال ہونی چاہیئے۔ شیڈولڈ اقوام کے امیدواروں کے لئے عمر کی حد تین سال زیادہ ہو سکتی ہے۔ اور سابق فوجی ملازموں کے لئے چالیس سال تک۔

تفاصیل کے لئے سیکرٹری کو لکھیں۔ اور اپنا ایڈریس لکھا ہوا لفافہ جس پر ٹکٹ چسپاں ہو ساتھ بھیجیں۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں (منیجر)

تازہ اور ضروری خبروں کا خلاصہ

دمشق ۱۶ اپریل۔ شام سے برطانوی فوج کا آخری دستہ آج صبح دس بجے رخصت ہو گیا۔ اب صرف ایک برطانوی ادارہ دمشق میں باقی رہ گیا ہے اور وہ سفارت خانے اور اس کے ضمنی محکمے ہیں۔ ان تمام عمارتوں پر جنہیں برطانوی افواج خالی کر چکی ہیں اب شامی جھنڈا لہرا رہا ہے۔

دمشق ۱۶ اپریل۔ برطانوی اور فرنچ افواج نے شام کو خالی کر دینے کی کارروائی مکمل کر لی ہے۔ ہندوستانی فوج شنبہ کو دمشق کے خوبصورت بازاروں میں سے گاتی ہوئی گزری۔

نئی دہلی ۱۶ اپریل مسٹر جناح نے آج وزارتی مشن کے ساتھ دو گھنٹے بات چیت کی اخبار نویسوں نے آپ سے متعدد سوالات کئے مگر آپ نے کسی کا جواب نہ دیا۔

دہلی ۱۶ اپریل۔ احرار لیڈر مولوی حبیب الرحمٰن نے مولانا آزاد کے کل کے بیان کی حمایت کرتے ہوئے کہا کہ ہندوستان کے قوم پرست مسلمان مولانا آزاد کے فارمولا کی حمایت کریں گے۔

دہلی ۱۶ اپریل۔ ڈاکٹر مکرجی پریذیڈنٹ آل انڈیا ہندو مہا سبھا نے آج اخباری نمائندوں سے طویل ملاقات کی اور کہا کہ جو لوگ اپنے آپ کو ہندوستانی نہیں سمجھتے وہ ہندوستان کے لئے مستقل خطرہ ہیں۔ پاکستان کی قیمت کے طور پر ہندو مسلم مساوات کو تسلیم کرنا نہایت خطرناک اصول ہے۔ مسلم لیگی لیڈر گذشتہ چند دنوں سے بغاوت اور خانہ جنگی کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔ ہندوؤں کو اس چیلنج کو منظور کرنا چاہئے انہیں چاہئے کہ ہندوستان کے ہر حصے میں اپنے جائز حقوق کی حفاظت کے لئے تیار ہو جائیں۔

لنڈن ۱۶ اپریل۔ ماسکو ریڈیو نے اعلان کیا ہے کہ برطانوی اور امریکن مقبوضہ جرمن علاقوں میں رجعت پسند نازیوں نے پھر پولٹیکل پارٹیاں بنانی شروع کر دی ہیں تاکہ جنگ میں شکست کا بدلہ لے سکیں۔

نئی دہلی ۱۶ اپریل مسلم لیگی حلقوں کے بیان کے مطابق مولانا آزاد کے مسئلہ پاکستان کے گذشتہ روز کے بیان سے کانگرس لیگ سمجھوتہ کا امکان ختم ہو گیا ہے ایک لیگی ترجمان نے اس سلسلہ میں بتایا کہ اگر کانگرس کی یہی پالیسی ہے تو ہمارا اس کے ساتھ

کوئی سمجھوتہ نہیں ہو سکتا۔

لاہور ۱۶ اپریل پنجاب کے وزراء کی کونسل نے نئی فصل پر بڑے زمینداروں سے گندم کی جبری وصولی کے متعلق گورنمنٹ ہند کی تجویز پر غور کیا۔ اور یہ فیصلہ کیا ہے کہ گندم کی جبری وصولی نہ کی جائے۔ مگر گورنمنٹ زمینداروں سے اپیل کرے گی کہ وہ رضاکارانہ طور پر اپنی فالتو گندم ضرورت مند لوگوں کے لئے گورنمنٹ کے حوالے کر دیں۔

خرطوم ۱۶ اپریل۔ دو ہزار سے زاید سوڈانی طلباء نے مصر اور سوڈان کے حق میں مظاہرہ کیا۔ کئی یورپین مکانوں کی کھڑکیاں مظاہرین نے توڑ ڈالیں۔ پبلک کے دوسرے مقامات پر بھی ایسے ہی مظاہرے ہوئے۔

لاہور ۱۶ اپریل پنجاب گورنمنٹ کے قانون کرایہ پر سے پابندیاں ماہ مئی میں ختم ہو رہی ہیں۔ پنجاب گورنمنٹ نے اس امر کا فیصلہ کر لیا ہے کہ پنجاب کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹوں کو ڈیفنس رولز کے ماتحت ہدایات جاری کی جا رہی ہیں۔ کہ جب تک پنجاب اسمبلی قانون کرایہ داران میں توسیع نہ کرے اس وقت تک کرایہ داروں کو ڈیفنس رولز کے ماتحت ناجائز تنگ ہونے سے روکا جائے۔ اس کے علاوہ پنجاب گورنمنٹ اس امر پر بھی غور کر رہی ہے کہ موجودہ مہنگائی کے مدنظر مالک مکانات کو پانچ فیصدی کرایہ بڑھانے کی اجازت دے دی جائے۔

لاہور ۱۶ اپریل۔ ۲۸ اپریل سے راشن والے شہروں میں گندم کا پورا راشن ملے گا۔ اور چاول بند کر دیئے جائیں گے۔

نئی دہلی ۱۶ اپریل مرکزی اسمبلی میں آج لیڈر آف دی ہاؤس سر راما سوامی مدلیار نے اعلان کیا کہ اگر جنوبی افریقہ میں ہندوستانیوں کے خلاف بل پاس ہو گیا تو حکومت ہند اس معاملہ کو اتحادی آرگنائزیشن یا برٹش گورنمنٹ کی طرف رجوع کرے گی۔

لکھنؤ ۱۶ اپریل لارڈ پیتھک لارنس

وزیر ہند نے ساؤتھ انڈین افریقی ڈیلیگیشن سے جو اس وقت ہندوستان کا دورہ کر رہے ہیں ملاقات کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ وزیر ہند نے انکار کی وجہ یہ بتائی کہ اگر وہ اس طرح غیر متعلق لوگوں سے ملتے رہے تو وزارتی مشن کے کام میں بہت سی رکاوٹیں پیدا ہو جائیں گی۔

کراچی ۱۶ اپریل۔ بنگال کے ہونے والے وزیر اعظم مسٹر حسین شہید سہروردی نے ایک ملاقات میں بتایا کہ انہوں نے بارہ ارکان کی کابینہ وزراء میں سے کانگرس کو پانچ وزراء کی پیشکش کی ہے۔ ان پانچ وزراء میں سے مسلمان وزیر کوئی نہیں ہو گا۔

واشنگٹن ۱۶ اپریل۔ امریکنوں کا خیال ہے کہ برطانیہ نے جو مالی امداد اس وقت تک امریکہ سے لی ہے۔ اور جو تین ارب چھتر کروڑ ڈالر کا مزید قرضہ زیر غور ہے اس کے عوض برطانیہ سے بحر اوقیانوس کے اڈے حاصل کئے جائیں۔ سینیٹر جان برکن ہیڈ نے کہا کہ یہ برطانیہ کے لالچ اور حماقت کا ثبوت ہے کہ وہ مالی امداد کا تو مطالبہ کرے مگر اس کے عوض ہمیں کچھ بھی نہ دے۔

ناگپور ۱۶ اپریل سی۔ پی اسمبلی میں کانگرس نے ۱۱۲ میں سے ۹۲ نشستیں حاصل کر لی ہیں اب پارٹی پوزیشن یہ ہے کانگرس ۹۲۔ مسلم لیگ ۱۳۔ آزاد ۲۔ شیڈولڈ کلاسز ۱۔ آزاد مسلم ۱

چنکنگ ۱۶ اپریل۔ سرخ فوجوں کی واپسی کے ۲۴ گھنٹے بعد مانچوریا کے دارالحکومت میں اور کمیونسٹوں کے درمیان شدید جنگ شروع ہو گئی۔ ہوائی اڈوں پر توپیں استعمال کی گئیں اور بندوقوں کے فائر ہوئے۔ دوسری جگہوں پر بھی لڑائی ہوئی جہاں پر کمیونسٹوں کو پیچھے ہٹنا پڑا۔

لنڈن ۱۶ اپریل اخبار ڈیلی میل رقمطراز ہے کہ جلانے کا کوئلہ نہ ملنے کی وجہ سے ارجنٹائن میں پھر گندم جلائی جا رہی ہے۔ اخبار مذکور لکھتا ہے کہ لاکھوں ٹن گندم پمپاس کے میدان میں پڑی ہے جس کے یورپ پہنچنے کا امکان نہیں ہے۔

درخواستہائے دعاء

(۱) شیخ عبدالحکیم صاحب دہلی کے بڑے عبدالسلام صاحب شبلی بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت ہونہار ہیں ایل۔ ایل۔ بی کے امتحان میں شریک ہو رہے ہیں۔ کامیابی کے بعد وہ خدمت دین کے لئے زندگی وقف کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں (۲) میاں شیر محمد صاحب سیکرٹری تبلیغ سید والا کچھ عرصہ سے بیمار ہیں اور بعض مشکلات میں مبتلا ہیں (۳) ملک سردار احمد صاحب لائلپور بعض مشکلات میں مبتلا ہیں (۴) ڈاکٹر عبدالمجید خانصاحب آف کوئٹہ درد نقرس کی وجہ سے بیمار ہیں (۵) شیخ خوشی محمد صاحب ننگلے ضلع گجرات کی اہلیہ صاحبہ سخت بیمار ہیں۔ (۶) محمد اشرف صاحب وینس واقف زندگی عرصہ سے بیمار ہیں۔ اور آج وہ امرتسر گجرمل سینے ٹوریم میں زیر علاج ہیں سب کے لئے دعا کی جائے۔

لنڈن ۱۶ اپریل "ورلڈ نیوز آف دی ورلڈ" نے اپنے ہفتہ وار کالم میں لکھا ہے۔ کہ وزیر ہند لارڈ پیتھک لارنس ہندوستان سے سمجھوتہ کے فرائض سر انجام دینے کے بعد وزارت ہند کے منصب سے ریٹائر ہو جائیں گے۔